شوہر کے حقوق اور اس کی حیثیت

جسٹس (ر) مفتی محمد تقی عثمانی

فہرست مضامین

زندگی قانون کے خشک تعلق سے نہیں گزر سکتی

بیوی کے دل میں شوہر کے پیسے کا درد ہو

ایسی عورتوں پر فرشتوں کی لعنت

نفلی روزے کیلئے شوہر کی اجازت

شوہر کی اطاعت نفلی عبادت پر مقدم ہے

گھر کے کام کاج پر اجر وثواب

جنسی خواہشات کی تکمیل پر اجر وثواب

اللہ تعالی دونوں کو رحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں

قضا روزوں میں شوہر کی رعایت

بیوی گھر میں آنے کی اجازت نہ دے

حضرت ام حبیبہؓ کا اسلام لانا

حضور اقدس ﷺ سے نکاح

متعدد نکاح کی وجہ

غیر مسلم کی زبان سے تعریف

معاہدہ کی عہد شکنی

آپ اس بستر کے لائق نہیں

بیوی فورا آجائے اور روٹی پکانا چھوڑ دے

نکاح جنسی تسکین کا حلال راستہ

نکاح کرنا آسان ہے

برکت والا نکاح

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا نکاح

آج نکاح کو مشکل چیز بنا دیا گیا ہے

جہیز موجودہ معاشرے کی ایک لعنت

عورت کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے

یہ دو دلوں کا تعلق ہے

سب سے زیادہ قابل محبت ہستی

جدید تہذیب کی ہر چیز الٹی

بیوی کے حقوق اور اس کی حیثیت

جسٹس (ر) مفتی محمد تقی عثمانی

(صفحہ نمبر 38)

فہرست مضامین

اس کے علاوہ تمہارا ان پر کوئی مطالبہ نہیں

کھانا پکانا عورت کی شرعی ذمہ داری نہیں

ساس، سسر کی خدمت واجب نہیں

ساس سسر کی خدمت اس کی سعادت مندی ہے

بہو کی خدمت کی قدر کریں

ایک عجیب واقعہ

ایسا شخص کھانے کی تعریف نہیں کرے گا

شوہر اپنے ماں باپ کی خدمت خود کرے

عورت کو اجازت کے بغیر باہر جانا جائز نہیں

دونوں مل کر زندگی کی گاڑی کو چلائیں

اگر بے حیائی کا ارتکاب کریں تو؟

خبردار!

بیوی کو جیب خرچ الگ دیا جائے

خرچہ میں فراخدلی سے کام لینا چاہئے

رہائش جائز، آسائش جائز

آرائش بھی جائز

نمائش جائز نہیں

فضول خرچی کی حد

یہ اسراف میں داخل نہیں

ہر شخص کی کشادگی الگ الگ ہے

اس محل میں خدا کو تلاش کرنے والا احمق ہے

غلبہ حال کی کیفیت قابل تقلید نہیں

آمدنی کے مطابق کشادگی ہونی چاہئے

بیویوں کا ہم پر کیا حق ہے؟

اس کا بستر چھوڑ دو

ایسی علیحدگی جائز نہیں

چار ماہ سے زیادہ سفر میں بیوی کی اجازت

بہتر لوگ کون ہیں

آج کے دور میں خوش اخلاقی

حسن اخلاق دل کی کیفیت کا نام ہے

اخلاق پیدا کرنے کا طریقہ

اللہ کی بندیوں کو نہ مارو

حدیث ظنی یا قطعی

صحابہ کرامؓ ہی اس لائق تھے

یہ عورتیں شیر ہو گئیں ہیں

یہ اچھے لوگ نہیں ہیں

دنیا کی بہترین چیز نیک بیوی

بری بیوی سے پناہ مانگو

شوہر کے حقوق اور اس کی حیثیت

آج ہر شخص اپنا حق مانگ رہا ہے!

شریعت میں ہر شخص کو اس بات پر متوجہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے فرائض ادا کرے، حقوق کے مطالبے پر زور نہیں دیا گیا ہے۔ آج کی دنیا حقوق کے مطالبے کی دنیا ہے۔ ہر شخص اپنا حق مانگ رہا ہے۔ اور اس کیلئے مطالبہ کر رہا ہے، تحریکیں چلا رہا ہے، مظاہرے کر رہا ہے ہڑتال کر رہا ہے، گویا کے اپنا حق مانگنے اور اپنے حق کا مطالبہ کرنے کیلئے دنیا بھر کی کوششیں کی جارہی ہیں اور اس کیلئے باقاعدہ انجمنیں قائم کی جارہی ہیں۔ جن کا نام ''انجمن تحفظ حقوق فلاں'' رکھا جاتا ہے، لیکن آج ''ادائیگی فرائض'' کیلئے کوئی انجمن موجود نہیں، کسی بھی شخص کو اس بات کی فکر نہیں ہے کہ جو فرائض میرے ذمے عائد ہیں۔ وہ ادا کر رہا ہوں یا نہیں؟

مزدور کہتا ہے کہ مجھے میرا حق ملنا چاہئے۔ سرمایہ دار کہتا ہے کہ مجھے میرا حق ملنا چاہئے۔ لیکن دونوں میں سے کسی کو یہ فکر نہیں ہے کہ میں اپنا فریضہ کیسے ادا کروں؟ مرد کہتا ہے کہ مجھے میرے حقوق ملنے چاہئے۔ اور عورت کہتی ہے کہ مجھے میرے حقوق ملنے چاہئے۔ اور اس کیلئے کوشش اور جدوجہد جاری ہے۔ لڑائی ٹھنی ہوئی ہے۔ جنگ جاری ہے۔ لیکن کوئی خدا کا بندہ یہ نہیں سوچتا کہ جو فرائض میرے ذمے عائد ہو رہے ہیں، وہ میں ادا کر رہا ہوں، یا نہیں؟

ہر شخص اپنے فرائض ادا کر رہا ہے!

اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنے فرائض کی ادائیگی کی طرف توجہ کرے۔ اگر ہر شخص اپنے فرائض ادا کرنے لگے تو سب کے حقوق ادا ہو جائیں۔ اگر مزدور اپنے فرائض ادا کر دے تو سرمایہ دار اور مالک کے حقوق ادا ہو گئے، اگر سرمایہ دار اور آجر اپنے فرائض ادا کر دے تو مزدور کے حقوق ادا ہو گئے۔ شوہر اگر اپنے فرائض ادا کرے تو بیوی کا حق ادا ہو گیا۔ اور اگر بیوی اپنے فرائض ادا کرے تو شوہر کا حق ادا ہو گیا۔ شریعت کا اصل مطالبہ یہی ہے کہ تم اپنے فرائض ادا کرنے کی فکر کرو۔

پہلے اپنی فکر کرو!

آج ہمارے زمانے میں عجیب الٹی گنگا بہنی شروع ہو گئی ہے۔ کہ جب کوئی شخص اصلاح کا جھنڈا اٹھاتا ہے، تو اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ دوسرا شخص اپنی اصلاح کا آغاز کرے، اپنی فکر نہیں کہ میرے اندر بھی کچھ کوتاہی ہے۔ میں بھی غلطی کا شکار ہوں۔ میں اس کی فکر کروں۔ حالانکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ: ﴿ اے ایمان والوں اپنے آپ کی فکر کرو کہ تمہارے ذمے کیا فرائض ہیں اللہ اور اللہ کے

رسول ﷺ کے تم سے کیا مطالبات ہیں؟ شریعت، دیانت، امانت اور اخلاق کے تم سے کیا مطالبات ہیں، ان مطالبات کو بجالاؤ، دوسرا شخص اگر گمراہی میں مبتلا ہے، اور اپنے فرائض انجام نہیں دے رہا ہے تو اس کا نقصان تمہارے اوپر نہیں ہوگا بشرطیکہ تم اپنے فرائض صحیح طریقے سے انجام دے رہے ہو ﴾۔

حضور اکرم ﷺ کی تعلیم کا انداز!

حضور اقدس ﷺ کی تعلیم کی بات دیکھئے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں لوگوں سے زکوۃ وصول کرنے کیلئے عامل جایا کرتے تھے۔ جو لوگوں سے زکوۃ وصول کرتے تھے، اور اس زمانے میں زیادہ تر مال مویشیوں یعنی اونٹ، بکریاں، گائے وغیرہ کی شکل میں ہوتا تھا آنحضرت ﷺ جب عاملوں کو بھیجتے تو ان کو ایک ہدایت نامہ عنایت فرماتے کہ تمہیں وہاں جا کر کیا طریقہ اختیار کرنا ہے؟ اس ہدایت نامے میں یہ بھی تحریر فرماتے کہ: ''یعنی تم خود لوگوں کے گھروں پر جا کر زکوۃ وصول کرنا۔ ایسا مت کرنا کے تم ایک جگہ پر بیٹھ جاؤ اور لوگوں کو اس بات کی تکلیف دو کہ وہ زکوۃ کا مال تمہارے پاس لا کر دیں''۔

اور یہ بھی ہدایت فرماتے کہ یعنی جو شخص زکوۃ وصول کرنے میں زیادتی کر رہا ہے، مثلاً جتنی زکوۃ واجب تھی، مقدار میں اس سے زیادہ وصول کر رہا ہے، یا کیفیت میں زیادہ وصول کر رہا ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا کہ ایسا شخص بھی اتنا ہی گناہ گار ہے۔ جتنا زکوۃ نہ دینے والا گناہگار ہے۔ لہذا ایک طرف عاملوں کو تو یہ تاکید کی جارہی ہے کہ تم لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اور جتنی زکوۃ واجب ہوتی ہے اس سے ایک ذرّہ بھی زیادہ وصول نہ کرو، اگر ایسا کروگے تو قیامت کے دن تمہاری پکڑ ہوگی۔ دوسری طرف جن لوگوں کے پاس زکوۃ وصول کرنے کیلئے ان عاملوں کو بھیجا جارہا تھا ان سے خطاب کر کے فرمایا کہ: ''یعنی تمہارے پاس زکوۃ وصول کرنے والے آئیں گے کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تم سے ناراض ہو کر جائیں۔ تمہارا فرض ہے کہ تم ان کو راضی کرو، اور کوئی ایسی غلطی نہ کرو جس سے وہ ناراض ہو جائیں''۔

کیونکہ درحقیقت وہ میرے فرستادہ اور میرے نمائندے ہیں، اور ان کو ناراض کرنا گویا مجھے ناراض کرنا ہے۔ لہذا عاملین کو یہ تاکید فرمائی کہ تم کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرو۔ اور زکوۃ دینے والوں کو یہ تاکید فرمائی کہ جب عاملین تمہارے پاس آئیں تو وہ تم سے راضی ہو کر جائیں۔ ہر ایک کو اپنے اپنے فرائض کی ادائیگی کا احساس دلایا جارہا ہے۔ آپ ﷺ نے زکوۃ دینے والوں کو یہ نہیں فرمایا کہ تم سب مل کر ایک تحریک چلاؤ کہ یہ جو عاملین زکوۃ وصول کرنے کیلئے آرہے ہیں وہ ہمارے حقوق پامال نہ کریں۔ اس کیلئے انجمن عائد کرو اس

لئے کہ یہ ایک لڑائی کا ذریعہ بن جاتا۔شریعت میں سارا زور اس بات پر ہے کہ ہر شخص اپنے فرائض کی نگہداشت کرے، فرائض بجا لانے کی فکر کرے، اللہ تعالی کے سامنے ایک ایک عمل کا جواب دینا ہے۔اس کی فکر کرے کہ میں اللہ تعالی کے سامنے ٹھیک ٹھیک جواب دے سکوں گا کہ نہیں؟ دین کا سارا فلسفہ یہ ہے، یہ نہیں ہے کہ ہر شخص دوسروں سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا رہے۔اور اپنے فرائض کی ادائیگی سے غافل رہے۔

زندگی استوار کرنے کا طریقہ!

میاں بیوی کے باہمی تعلقات میں بھی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے یہی طریقہ اختیار کیا کہ دونوں کو ان کے فرائض بتا دیئے۔شوہر کو بتا دیا کہ تمہارے فرائض یہ ہیں، اور بیوی کو بتا دیا کہ تمہارے فرائض یہ ہیں۔ ہر ایک اپنے فرائض ادا کرنے کی فکر کرے۔اور درحقیقت زندگی کی گاڑی اسی طرح چلتی ہے کہ دونوں اپنے فرائض کا احساس کریں، اور دوسرے کے حقوق کا پاس کریں۔اپنے حقوق حاصل کرنے کی اتنی فکر نہ ہو۔جتنی دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کی فکر ہو۔اگر یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو پھر یہ زندگی استوار ہو جاتی ہے، اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو ہماری زندگی کے استوار کرنے کی اتنی زیادہ فکر ہے کہ قرآن وحدیث ان ہدایات سے بھرے ہوئے ہیں کہ تمہارے فرائض یہ ہیں، اور تمہارے فرائض یہ ہیں۔اور اگر ان فرائض اور تعلقات میں رخنہ پڑ جائے تو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو اس دنیا میں کوئی بات اتنی ناپسند نہیں جتنے میاں بیوی کے باہمی جھگڑے ناپسند ہیں۔

ابلیس کا دربار!

ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ ابلیس اور شیطان کبھی کبھی سمندر میں پانی کے اوپر اپنا تخت بچھاتا ہے اور اپنا دربار منعقد کرتا ہے، اس وقت دنیا میں اس کے جتنے چیلے ہیں۔جو اس کی اسکیموں پر اور اس کی ہدایات پر عمل کر رہے ہیں وہ سب اس دربار میں حاضر ہوتے ہیں، اور ان تمام چیلوں سے ان کی کارکردگی کی رپورٹیں طلب کی جاتی ہیں کے تم نے کیا فرائض انجام دیئے؟ اس وقت ہر ایک چیلا اپنی کارگزاری بیان کرتا ہے، اور یہ ابلیس تخت پر بیٹھ کر ان کی کارگزاری سنتا ہے۔ایک چیلا آکر اپنی ایک کارگزاری سناتا ہے کہ ایک شخص نماز پڑھنے کے ارادے سے مسجد کی طرف جا رہا تھا۔میں نے درمیان میں اس کو ایک ایسے کام میں پھنسا دیا، جس سے اس کی نماز چھوٹ گئی ابلیس سن کر خوش ہوتا ہے کہ تم نے اچھا کام کیا۔لیکن بہت زیادہ خوشی کا اظہار نہیں کرتا دوسرا چیلا آکر بیان کرتا ہے کہ فلاں شخص فلاں عبادت کی نیت سے جا رہا تھا، میں نے اس کو عبادت سے روک دیا۔ابلیس سن کر خوش ہوتا ہے کہ تم نے اچھا کیا۔اسی طرح ہر چیلا اپنی کارگزاری سناتا ہے اور ابلیس سن کر خوش ہو جاتا ہے۔حتی کے ایک چیلا آکر یہ بیان

کرتا ہے کہ دو میاں بیوی باہمی اتفاق اور محبت کے ساتھ زندگی گزار رہے تھے، بڑی اچھی زندگی گزر رہی تھی، میں نے جا کر ایک ایسا کام کیا جس کے نتیجے میں دونوں میں لڑائی ہوگئی، اور لڑائی کے نتیجے میں دونوں میں جدائی واقع ہوگئی، جب ابلیس یہ سنتا ہے کہ اس چیلے نے دونوں میاں بیوی کو آپس میں لڑا دیا جو اچھی زندگی گزار رہے تھے۔ خوش ہو کر اپنے تخت سے کھڑا ہو جاتا ہے اور اس چیلے سے معانقہ کرتا ہے۔ اور اس کو گلے لگا لیتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ صحیح معنوں میں میرا نمائندہ تو ہے۔ اور تو نے جو کارنامہ انجام دیا وہ اور کسی نے انجام نہیں دیا''۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کو میاں بیوی کے باہمی جھگڑے اور ایک دوسرے سے نفرت اور قطع تعلق کتنے ناپسندیدہ ہیں۔ اور شیطان کو یہ اعمال کتنے محبوب ہیں۔ اس لئے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے قرآن وحدیث میں دونوں پر ایک دوسرے کے فرائض اور حقوق بڑی تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔ اگر انسان ان پر عمل کر لے تو دنیا بھی درست ہو جائے، اور آخرت بھی درست ہو جائے۔

مرد عورت پر حاکم ہے!

اس لئے امام نوویؒ نے یہ دوسرا باب قائم فرمایا ہے جس کا عنوان ہے ''باب حق الزوجہ علی المراۃ'' یعنی شوہر کے بیوی پر کیا حقوق ہیں اور اس کے تحت قرآنی آیات اور احادیث ذکر فرمائی ہیں۔ سب سے پہلے قرآن کریم کی یہ آیت لائے ہیں۔ یعنی ﴿ مرد عورتوں پر نگہبان اور ان کے منتظم ہیں ﴾۔ بعض حضرات نے اس کا یہ ترجمہ بھی کیا ہے کہ مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔ ''قوام'' اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی کام کے کرنے یا اس کا انتظام کرنے کا ذمہ دار ہو، گویا کہ مرد عورتوں پر قوام ہیں۔ ان کے کاموں کے منتظم ہیں۔ اور ان کے حاکم ہیں۔ یہ ایک اصول بیان فرما دیا۔ اس لئے کہ اصولی باتیں ذہن میں نہ ہونے کی صورت میں جتنے کام انسان کرے گا وہ غلط تصورات کے ماتحت کرے گا۔ لہٰذا مرد کے حقوق بیان کرتے ہوئے عورت کو پہلے اصولی بات سمجھا دی کہ وہ مرد تمہاری زندگی کے امور کا نگہبان اور منتظم ہے۔

آج کی دنیا کا پروپیگنڈا!

آج کی دنیا میں جہاں مرد وعورت کی مساوات ان کی برابری اور آزادیٔ نسواں کا بڑا زور وشور ہے۔ ایسی دنیا میں لوگ یہ بات کرتے ہوئے شرماتے ہیں کہ شریعت نے مرد کو حاکم بنایا ہے اور عورت کو محکوم بنایا ہے۔ اس لئے کہ آج کی دنیا میں یہ پر پیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ مرد کی عورت پر بالادستی قائم کر دی گئی ہے۔ اور عورت کو محکوم بنا کر اس کے ہاتھ میں قید کر دیا گیا ہے۔ اور اس کو چھوٹا قرار دے دیا گیا ہے۔

سفر کے دوران ایک کوامیر بنالو!

لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ مرداورعورت زندگی کی گاڑی کے دو پہیے ہیں، زندگی کا سفر دونوں کوایک ساتھ طے کرنا ہے،اب زندگی کے سفر کے طے کرنے میں انتظام کی خاطر یہ لازمی بات ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک شخص سفر کا ذمہ دار ہو۔حدیث میں نبی کریم ﷺ نے یہ حکم دیا کہ جب بھی دوآدمی کوئی سفر کررہے ہوں چاہے وہ سفر چھوٹا سا کیوں نہ ہواس سفر میں اپنے میں سے کسی ایک کوامیر بنالو امیر بنائے بغیر سفرنہیں کرنا چاہئے۔تاکہ سفر کے جملہ انتظامات اور پالیسی اس امیر کے فیصلے کے تابع ہوں اگرامیرنہیں بنائیں گےتو ایک بدنظمی ہوجائیگی۔لہذا جب ایک چھوٹے سے سفر میں امیر بنانے کی تاکید کی گئی ہےتو زندگی کا یہ طویل سفر جوایک ساتھ گزارنا ہے اس میں یہ تاکید کیوں نہیں ہوگی اپنے میں سے ایک کوامیر بنالو۔تاکہ بدنظمی پیدا نہ ہو۔ بلکہ انتظام قائم رہے۔اس انتظام کو قائم کرنے کیلیئے کسی ایک کوامیر بنانا ضروری ہے۔

زندگی کے سفر کا امیر کون ہو!

اب دوراستے ہیں۔یا تو مردکواس زندگی کے سفر کا امیر بنادیا جائے، یاعورت کوامیر بنادیا جائے،اورمردکواس کامحکوم بنادیا جائے۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔اب انسانی خلقت،فطرت،قوت اورصلاحیتوں کے لحاظ سےبھی اورعقل کے ذریعے انسان غورکرےتو یہی نظرآئے کہ اللہ تعالی نے جوقوت مردکوعطا کی ہے۔بڑے بڑے کام کرنے کی جوصلاحیت مردکوعطافرمائی ہے۔وہ عورت کوعطانہیں کی ۔لہذااس امارت اوراس سربراہی کا کام صحیح طور پرمرد ہی انجام دےسکتا ہے۔اوراس کیلیئے اپنی عقل سے فیصلہ کرنے کے بجائے اس ذات سے پوچھا جائے جس نے ان دونوں کو بنایااور پیدا کیا کہ آپ نے دونوں کوسفر پرروانہ کیا۔

اب آپ ہی بتائیں کہ کس کوامیر بنائیں اورکس کو مامور بنائیں اورسوائے اس کے فیصلے کے کسی اور کا فیصلہ قابل قبول نہیں ہوسکتا۔خواہ وہ فیصلہ عقلی دلائل سے آراستہ ہواوراللہ تعالی نے یہ فیصلہ فرمادیا کہ اس زندگی کے سفرکو طے کرنے کیلیئے مرد''قوام،حاکم اورمنتظم'' ہیں اگرتم اس فیصلے کوصحیح جانتے ہو،اور مانتے ہوتواسی میں تمہاری سعادت اورکامیابی ہے۔اوراگرنہیں مانتے بلکہ اس فیصلے کی خلاف ورزی کرتے ہو۔اوراس کے ساتھ بغاوت کرتے ہو،تو پھرتم جانو۔اورتمہاری زندگی جانے،اب تمہاری زندگی خراب ہوگی اورہورہی ہے جن لوگوں نے اس فیصلے کے خلاف بغاوت کی ان کا انجام دیکھ لیجئے کہ کیا ہوا؟

اسلام میں امیر کا تصور!

البتہ اللہ تعالی نے جو لفظ یہاں استعمال فرمایا، اس کو سمجھ لیجئے، اللہ تعالی نے یہاں ''امیر'' ''حاکم'' اور ''بادشاہ'' کا لفظ استعمال نہیں کیا بلکہ ''قوام'' کا لفظ استعمال کیا۔ اور ''قوام'' کے معنی وہ شخص جو کسی کام کا ذمہ دار ہو۔ اور ذمہ دار ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بحیثیت مجموعی زندگی گزارنے کی پالیسی وہ طے کرے گا، اور پھر اس پالیسی کے مطابق زندگی گزاری جائے گی۔ لیکن ''قوام'' ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ آقا ہے۔ اور بیوی اس کی کنیز ہے۔ یا بیوی اس کی نوکر ہے۔ بلکہ دونوں کے درمیان امیر اور مامور، حاکم اور محکوم کا رشتہ ہے اور اسلام میں ''امیر'' کا تصور یہ نہیں ہے کہ وہ تخت پر بیٹھ کر حکم چلائے بلکہ اسلام میں امیر کا تصور وہ ہے جو حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ''قوم کا سرداران کا خادم ہوتا ہے''۔

امیر اہو تو ایسا!

میرے والد ماجد حضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ ایک واقعہ سنایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم دیوبند سے کسی دوسری جگہ سفر پر جانے لگے تو ہمارے استاد حضرت مولانا اعزاز علی صاحب ؒ جو دارالعلوم دیوبند میں شیخ الادب کے نام سے مشہور تھے۔ وہ بھی ہمارے ساتھ سفر میں تھے جب ہم اسٹیشن پر پہنچے تو گاڑی کے آنے میں دیر تھی، مولانا اعزاز علی صاحب ؒ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب تم کہیں سفر پر جاؤ تو کسی کو اپنا امیر بنالو لہذا ہمیں بھی اپنا امیر بنالینا چاہئے، حضرت والد صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ چونکہ ہم شاگرد تھے وہ استاد تھے۔ اس لئے ہم نے کہا کہ امیر بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ امیر تو بنے بنائے موجود ہیں۔ حضرت مولانا نے پوچھا کہ کون؟ ہم نے کہا کہ امیر آپ ہیں، اس لئے کہ آپ استاد ہیں۔ ہم شاگرد ہیں۔

حضرت مولانا نے کہا اچھا آپ لوگ مجھے امیر بنانا چاہتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ جی ہاں: آپ کے سوا اور کون امیر بن سکتا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ: اچھا ٹھیک ہے، لیکن امیر کا ہر حکم ماننا ہوگا اس لئے کہ امیر کے معنی یہ ہیں کہ اس کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے: جب امیر بنایا ہے تو انشاء اللہ ہر حکم کی اطاعت بھی کریں گے، مولانا نے فرمایا کہ: ٹھیک ہے، میں امیر ہوں اور میرا حکم ماننا جب گاڑی آئی تو حضرت مولانا نے تمام ساتھیوں کا کچھ سامان سر پر اور کچھ ہاتھ میں اٹھایا اور چلنا شروع کر دیا۔ ہم نے کہا کہ: حضرت یہ کیا آپ غضب کررہے ہیں؟ ہمیں اٹھانے دیجئے۔ مولانا نے فرمایا کہ: نہیں جب امیر بنایا ہے تو اب حکم ماننا ہوگا، اور یہ سامان مجھے اٹھانے دیں، چنانچہ وہ سارا سامان اٹھا کر گاڑی میں رکھا اور پھر پورے سفر میں جہاں کہیں مشقت کا کام آتا تو وہ کام خود کرتے، اور جب ہم کچھ کہتے تو فوراً مولانا فرماتے کہ دیکھو: تم نے مجھے امیر بنایا ہے اور امیر کا حکم ماننا ہوگا۔ لہذا میرا حکم مانو۔ ان کو امیر بنانا ہمارے لئے

قیامت ہوگیا۔حقیقت میں امیر کا تصور یہ ہے۔

امیر وہ جو خدمت کرے!

آج ذہن میں جب امیر کا تصور آتا ہے تو وہ بادشاہوں اور بڑے سربراہوں کی صورت میں آتا ہے۔جو اپنے رعایا کے ساتھ بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتے ،لیکن قرآن وحدیث کا تصور یہ ہے کہ امیر وہ شخص ہے جو خدمت کرے، جو خادم ہو۔امیر کے یہ معنی نہیں ہے کہ اس کو بادشاہ بنا دیا گیا ہے اب وہ حکم چلایا کرے گا۔اور دوسرے اس کے ماتحت نوکر اور غلام بن کر رہیں گے بلکہ امیر کے معنی یہ ہیں کہ بیشک فیصلہ اس کا معتبر ہوگا ساتھ ہی وہ فیصلہ ان کی خدمت کیلئے ہوگا،ان کی راحت اور خیر خواہی کیلئے ہوگا۔

میاں بیوی میں دوستی کا تعلق ہے!

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں۔اللہ تعالی ان کے درجات بلند فرمائے۔آمین۔کہ مردوں کو یہ آیت تو یاد رہتی ہے کہ یعنی مرد عورتوں پر حکمران اور حاکم ہیں۔اب بیٹھ کر عورتوں پر حکم چلا رہے ہیں اور ذہن میں یہ بات ہے کہ عورت کو ہر حال میں تابع اور فرمانبردار ہونا چاہئے اور ہمارا ان کے ساتھ آقا اور نوکر جیسا رشتہ ہے۔معاذ اللہ۔لیکن قرآن کریم میں اللہ تعالی نے ایک اور آیت بھی نازل فرمائی ہے۔وہ آیت مردوں کو یادنہیں رہتی۔وہ آیت یہ ہے کہ: (اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تمہارے جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے،اور تم دونوں میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی)
(سورہ الروم ۲۱)

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ بیشک مرد عورت کیلئے قوام ہے۔لیکن ساتھ میں دوستی کا تعلق بھی ہے۔انتظامی طور پر تو قوام ہے۔لیکن باہمی تعلق دوستی جیسا ہے،لہذا ایسا تعلق نہیں ہے جیسا آقا اور کنیز کے درمیان ہوتا ہے۔اس کی مثال ایسی ہے جیسے دو دوست کہیں سفر پر جارہے ہوں۔اور ایک دوست نے دوسرے دوست کو امیر بنالیا ہو۔لہذا شوہر اس لحاظ سے تو امیر ہے کہ ساری زندگی کا فیصلہ کرنے کا وہ ذمہ دار ہے۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جیسے نوکروں اور غلاموں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔بلکہ اس دوستی کے تعلق کے کچھ آداب اور کچھ تقاضے ہیں۔ان آداب اور تقاضوں میں نازکی باتیں بھی ہوتی ہیں جن کو حاکم ہونے کے خلاف نہیں کہا جاسکتا۔

ایسا رعب مطلوب نہیں !

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں بعض مرد حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ہم حاکم ہیں، لہذا ہمارا اتنا رعب ہونا چاہئے کہ ہمارا نام سن کر بیوی کانپنے لگے اور بے تکلفی کے ساتھ بات نہ کر سکے۔ میرے ایک ہم سبق دوست تھے، انہوں نے ایک مرتبہ بڑے فخر کے ساتھ سے یہ بات کہی کہ جب میں کئی مہینوں کے بعد اپنے گھر جاتا ہوں تو میرے بیوی بچوں کی جرات نہیں ہوتی کہ وہ میرے پاس آ جائیں مجھ سے بات کریں۔ بڑے فخر کے ساتھ یہ بات کہہ رہے تھے، میں نے ان سے پوچھا کہ آپ جب گھر جاتے ہیں تو کیا کوئی درندہ یا شیر چیتا بن جاتے ہیں جس کی وجہ سے بیوی بچے آپ کے پاس آنے سے ڈرتے ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں بلکہ اس لئے کہ ہم قوام ہیں، ہمارا رعب ہونا چاہئے۔ اچھی طرح سمجھ لیں کہ قوام ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ بیوی بچے پاس آنے اور بات کرنے سے بھی ڈریں، بلکہ اس کے ساتھ دوستی کا تعلق بھی ہے۔ اور وہ دوستی کا تعلق کس قسم کا ہونا چاہئے؟ سنئے !

حضور ﷺ کی سنت دیکھئے !

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے فرمایا کہ ''جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو، اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو، دونوں حالتوں میں مجھے علم ہو جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! کس طرح علم ہو جاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو رب محمد (محمد ﷺ کے رب کی قسم) کے الفاظ سے قسم کھاتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو رب ابراہیم (ابراہیم کے رب کی قسم) کے الفاظ سے قسم کھاتی ہو''۔

اس وقت تم میرا نام نہیں لیتیں، بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام لیتی ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا: ''یارسول اللہ ﷺ میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں۔ نام کے علاوہ اور کچھ نہیں چھوڑتی''۔
(صحیح بخاری کتاب الادب باب مایجوز من الھجر ان من عصی حدیث نمبر ٦٠٧٨)

اب آپ اندازہ لگائیں کہ کون ناراض ہو رہا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا اور کس سے ناراض؟ حضورت اقدس ﷺ سے جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا ناز سے بعض اوقات ایسی بات فرما دیتی تھیں جس سے معلوم ہو جاتا تھا کہ ان کے دل میں کدورت اور ناراضگی ہے لیکن اس کو آنحضرت ﷺ نے اپنی ''قوامیت'' کے خلاف نہیں سمجھا بلکہ آنحضرت ﷺ نے بڑی خوش

طبعی کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا کہ تمہاری ناراضگی کا مجھے پتہ چل جاتا ہے۔

بیوی کے ناز کو برداشت کیا جائے!

جب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا پر سنگین تہمت لگائی گئی۔ استغفر اللہ۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا پر اس تہمت کی وجہ سے قیامت گزر گئی۔ آنحضرت ﷺ کو بھی ظاہر ہے کہ اس بات کا قلق تھا کہ لوگوں میں اس قسم کی باتیں پھیل گئی ہیں۔ لیکن ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے یہ فرمادیا کہ: ''اے عائشہ! دیکھو بات یہ ہے کہ تمہیں اتنا غمگین ہونے کی ضرورت نہیں اگر تم بے خطا اور بے قصور ہو تو اللہ تعالی ضرور تمہاری برات ظاہر فرمادینگے۔ اور اگر خدانخواستہ تم سے کوئی قصور اور غلطی ہوئی ہے تو اللہ تعالی سے توبہ کرلو، استغفار کرلو۔ اللہ تعالی معاف فرمادینگے''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو یہ بات بہت شاق گزری کہ آپ ﷺ نے یہ دوشقیں کیوں کی کہ اگر بے قصور ہو تو اللہ تعالی برات ظاہر کردیں گے۔ اور اگر قصور ہوا ہو تو توبہ کرلو۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے دل میں بھی اس بات کا ہلکا سا احتمال ہے کہ مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہوگی۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو اس بات کا بہت سخت صدمہ ہوا، اور صدمہ سے نڈھال ہو کر لیٹ گئیں، اور اسی حال میں اللہ تعالی کی طرف سے برات کی آیات نازل ہوئیں۔ اس وقت گھر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ بھی موجود تھے۔

جب یہ آیات] تو حضور اقدس ﷺ بھی بہت خوش ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ بھی بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ ''اب انشاء اللہ سارا بہتان ختم ہو جائیگا۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے فرمایا کہ خوشخبری سن لو، اللہ تعالی نے تمہاری برات میں آیات نازل فرمادی، اور اب کھڑی ہو جاؤ، اور آکر نبی کریم ﷺ کو سلام کرو، اب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بستر پر لیٹی ہوئی ہیں، اور برات کی آیات سن لیں، اور لیٹے لیٹے فرمایا کہ یہ تو اللہ تعالی کا کرم ہے کہ اس نے میری برات نازل فرمادی لیکن میں اللہ کے سوا کسی کا شکر ادا نہیں کرتی۔ کیونکہ آپ لوگوں نے تو اپنے دل میں یہ احتمال پیدا کرلیا تھا کہ شاید مجھ سے غلطی ہوئی ہے''۔ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر سورۃ النور باب۔ حدیث نمبر ۴۷۵۰)

بظاہر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے حضور اقدس کے سامنے کھڑے ہونے سے اعراض فرمایا، لیکن آنحضرت ﷺ نے اس

کو برا نہیں سمجھا، اس لئے کہ یہ ناز کی بات تھی ۔ جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کی طرف سے سرزد ہوئی ۔ یہ ناز درحقیقت اس دوستی کا تقاضہ ہے، لہذا میاں بیوی کے درمیان صرف حاکمیت اور محکومیت کا رشتہ نہیں ہے بلکہ دوستی کا بھی رشتہ ہے اور اس دوستی کا حق یہ ہے کہ اس قسم کے ناز کو برداشت کیا جائے ۔ البتہ جہاں بات بالکل غلط ہوگئی، وہاں آنحضرت ﷺ نے ناگواری اور غصہ کا بھی اظہار فرمایا لیکن اس قسم کی ناز کی باتوں کو حضور اقدس ﷺ نے گوارا فرمایا۔

بیوی کی دلجوئی سنت ہے!

اور دوستی کا حق اس طرح ادا فرمایا کہ کہاں نبی کریم ﷺ کے مقامات اور درجات عالیہ کہ ہر وقت اللہ تعالی کے ساتھ تعلق قائم ہے۔ اور ہم کلامی ہو رہی ہے ۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ازواج مطہرات ؓ کے ساتھ دلداری اور دلجوئی اور حسن سلوک کا یہ عالم تھا کہ رات کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو گیارہ عورتوں کا قصہ سنا رہے ہیں کہ یمن کے اندر گیارہ عورتیں تھیں ۔ انہوں نے آپس میں یہ طے کیا تھا کہ وہ سب ایک دوسرے کو اپنے اپنے شوہروں کی حقیقی اور واقعی حالت بیان کریں گی یعنی ہر عورت یہ بتائے گی کہ اس کا شوہر کیسا ہے؟ اس کے کیا اوصاف ہیں؟ ان گیارہ عورتوں نے اپنے شوہروں کے اوصاف کس وضاحت اور بلاغت کے ساتھ بیان کئے ہیں کہ ساری ادبی لطافتیں اس پر ختم ہیں ۔ وہ سارا قصہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کو سنا رہے ہیں ۔
(شمائل ترمذی باب ماجاء فی کلام رسول اللہ ﷺ فی السمر حدیث ام زرع)

بیوی کے ساتھ ç مذاق سنت ہے!

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں مقیم تھے، اور ان کی باری کا دن تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے حضور ﷺ کے لئے ایک حلوہ پکایا اور حضرت سودہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر پر لائیں، اور لاکر حضور اقدس ﷺ کے سامنے رکھ دیا اور حضرت سودہ بھی سامنے بیٹھی ہوئی تھیں ان سے کہا کہ آپ بھی آجائیں ۔ حضرت سودہ رضی اللہ تعالی عنہا کو بات گراں گزری کہ جب حضور اقدس ﷺ میرے گھر میں تھے اور میری باری کا دن تھا تو پھر یہ حلوہ پکا کر کیوں لائیں؟ اس لئے حضرت سودہ نے انکار کر دیا کہ میں نہیں کھاتی ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے فرمایا کہ یہ حلوہ کھاؤ اور اگر نہیں کھاؤ گی تو پھر یہ حلوہ تمہارے منہ پر مل دونگی ۔ حضرت سودہ نے فرمایا کہ میں تو نہیں کھاؤں گی ۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا تھوڑا سا حلوہ اٹھا کر حضرت سودہ ؓ کے منہ پر مل دیا۔ اب حضرت

سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس ﷺ سے شکایت کی کہ یا رسول اللہ ! انہوں نے میرے منہ پر حلوہ مل دیا ہے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ قرآن کریم میں آیا کہ: ''یعنی کوئی شخص اگر تمہارے ساتھ برا سلوک کرے تو تم بھی بدلے میں اس کے ساتھ برا سلوک کر سکتے ہو''۔

اب اگر انہوں نے تمہارے منہ پر حلوہ مل دیا ہے تو تم بھی ان کے چہرے پر حلوہ مل دو چنانچہ حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تھوڑا سا حلوہ اٹھا کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چہرے پر مل دیا، اب دونوں کے چہروں پر حلوہ ملا ہوا ہے اور یہ سب حضور اقدس ﷺ کے سامنے ہو رہا ہے۔ اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی، پوچھا کون ہے؟ معلوم ہوا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے ہیں (شاید اس وقت تک پردے کے احکام نہیں آئے تھے) جب آپ ﷺ نے یہ سنا کہ حضرت عمرؓ تشریف لائے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم دونوں جلدی جا کر اپنے چہرے دھولو۔ اس لئے کہ عمرؓ آرہے ہیں۔ چنانچہ دونوں نے جا کر اپنے چہرے دھو لیے۔

وہ ذات جس کا ہر آن اللہ جل جلالہ کے ساتھ رابطہ قائم ہے۔ جس کی ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ساتھ گفتگو ہو رہی ہے، اور وحی آرہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی حضوری کا وہ مقام حاصل ہے جو اس روئے زمین پر کسی اور کو حاصل نہیں ہوسکتا، لیکن اس کے باوجود ازواج مطہراتؓ کے ساتھ یہ انداز اور ان کی دلداری کا اتنا خیال ہے۔

مقام ''حضوری''!

ہم اور آپ زبان سے ''حضوری'' کا لفظ بول دیتے ہیں۔ لیکن اس کی حقیقت ہمیں معلوم نہیں۔ اگر کوئی شخص اس کا مزہ چکھ لے تو اس کو پتہ لگے گا کہ یہ کیا چیز ہے۔ ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضوری کا خیال اس درجہ بڑھ جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ وہ پاؤں پھیلا کر نہیں سوتے، لیٹ نہیں سکتے، اس لئے کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے ہونے کا احساس ہوتا ہے، اور جب اپنا بڑا سامنے ہو تو کوئی شخص پاؤں پھیلا کر لیٹے گا؟ ہرگز نہیں لیٹے گا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حاضر ہونے کا احساس اور خیال اس درجہ بڑھ جاتا ہے کہ انسان پاؤں پھیلا کر لیٹ نہیں سکتا۔ لہٰذا جس ذات

(حضور ﷺ) کو اتنا بڑا مقام حاصل ہو جو دنیا میں کسی اور کو نہیں ہو سکتا۔ وہ ازواج مطہراتؓ کے ساتھ کس طرح خوش طبعی کے معاملات کر لیتے ہیں؟ یہ مقام صرف ایک پیغمبر ہی کو حاصل ہی ہو سکتا ہے۔

ورنہ گھر برباد ہو جائے گا!

بہرحال! چونکہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو ''قوام'' بنایا ہے اس لئے فیصلہ اس کا ماننا ہوگا۔ ہاں تم اپنی رائے اور مشورہ دے سکتی ہو۔ اور ہم نے مرد کو یہ ہدایت بھی دے رکھی ہے کہ وہ حتی الامکان تمہاری دلداری کا خیال بھی کرے لیکن فیصلہ اسی کا ہوگا۔ لہٰذا اگر یہ بات ذہن میں نہ ہو، اور بیگم صاحبہ یہ چاہیں کہ ہر معاملے میں فیصلہ میرا چلے اور مرد قوام نہ بنے، میں قوام بن جاؤں تو یہ صورت فطرت کے خلاف ہے شریعت کے خلاف ہے۔ عقل کے خلاف ہے اور انصاف کے خلاف ہے اور اس کا نتیجہ گھر کی بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہوگا۔

عورت کی ذمہ داریاں!

علامہ نوویؒ نے آگے فرمایا کہ: فرمایا کہ نیک عورتوں کا کام کیا ہے؟ نیک عورتوں کا کام یہ ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرنے والی۔ اللہ نے جو حقوق شوہر کے عائد کیے ہیں ان حقوق کو صحیح طور بجالانے والی اور شوہر کی غیر موجودگی میں شوہر کے گھر کی حفاظت کرنے والی۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عوت کا لازمی وصف قرار دیا۔ اور اس کے ذمے یہ فریضہ عائد کیا کہ جب شوہر گھر میں موجود نہ ہو تو اس وقت وہ اس کے گھر کی حفاظت کرے۔

گھر کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ اول تو خود اپنی حفاظت کرے کہ کسی گناہ میں مبتلا نہ ہو اور شوہر کا جو مال ومتاع ہے، اس کی حفاظت کرے۔ اس لئے اس کی حفاظت کی ذمہ داری بیوی پر عائد ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ: (صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ باب الجمعۃ فی القری والمدن رقم ۸۹۳) عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے یعنی اس کے مال ومتاع کی حفاظت عورت کے ذمہ داری ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اکثر حالات میں عورت کے ذمہ کھانا پکانا واجب نہیں ہوتا۔ لیکن شوہر کے گھر کی حفاظت اور اس کے مال ومتاع کی اس طرح حفاظت کہ وہ مال بیجا خرچ نہ ہو۔ قرآن کریم نے یہ اس کی ذمہ داری قرار دی ہے۔

زندگی قانون کے خشک تعلق سے نہیں گزر سکتی!

یہ جو میں نے کہا کہ عورت کے ذمے کھانا پکانے کی ذمہ داری نہیں ہے۔ وہ ایک قانون کی بات تھی۔ لیکن زندگی قانون کے خشک تعلق

سے نہیں چلا کرتی، لہذا جس طرح قانوناً عورت کے ذمے کھانا پکانا نہیں ہے۔ اسی طرح اگر عورت بیمار ہو جائے تو قانونا شوہر کے ذمہ اس کا علاج کرانا، یا علاج کیلئے خرچہ دینا بھی ضروری نہیں اور قانوناً شوہر کے ذمہ یہ بھی نہیں ہے کہ وہ عورت کو اس کے والدین کے گھر ملاقات کیلئے لیجایا کرے۔ اور نہ یہ ضروری ہے کہ جب عورت کے ماں باپ اپنی بیٹی سے ملاقات کے لئے آئیں تو ان کو گھر میں بٹھائے۔

بلکہ فقہاء کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ ß میں صرف ایک دن عورت کے ماں باپ آئیں اور دور سے ملاقات اور زیارت کر کے چلے جائیں۔ گھر میں بٹھا کر ملاقات کرانا شوہر کے ذمہ ضروری نہیں۔ لہذا اگر قانون کے خشک تعلق کی بنیاد پر اگر زندگی بسر ہونی شروع ہو جائے تو دونوں کا گھر برباد ہو جائے۔ بات جب چلتی ہے جب دونوں میاں بیوی قانون کی بات سے آگے بڑھ کر سنت رسول اللہ ﷺ کی اتباع کریں۔ اور عورتیں ازواج مطہراتؓ کی سنت کی اتباع کرے۔

بیوی کے دل میں شوہر کے پیسے کا درد ہو!

حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ نے مواعظ میں ذکر فرمایا کہ عورت کے فرائض میں داخل ہے کہ اس کے دل میں شوہر کے پیسے کا درد ہو، شوہر کا پیسہ غلط جگہ پر بلا وجہ خرچ نہ ہو۔ اور فضول خرچی میں اس کا پیسہ ضائع نہ ہو۔ یہ چیز عورت کے فرائض میں داخل ہے یہ نہ ہو کہ شوہر کا پیسہ دل کھول کر خرچ کیا جا رہا ہے۔ یا گھر کو نوکرانیوں پر چھوڑ دیا گیا ہے وہ جس طرح چاہ رہی ہیں کر رہی ہیں۔ اگر کوئی عورت ایسا کرتی تو یہ قانونی فرائض کے خلاف کر رہی ہے۔

ایسی عورتوں پر فرشتوں کی لعنت!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنی طرف بلائے اور یہ میاں بیوی کے مخصوص تعلقات سے کنایہ ہے کہ یعنی شوہر اپنی بیوی کو ان تعلقات کو قائم کرنے کیلئے بلائے اور وہ عورت نہ آئے یا ایسا طرز عمل اختیار کرے کہ جس سے شوہر کا وہ منشاء پورا نہ ہو اور اس کی وجہ سے شوہر ناراض ہو جائے ساری رات صبح تک فرشتے اس عورت پر لعنت بھیجتے رہتے ہیں کہ اس عورت پر خدا کی لعنت ہو اور لعنت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالی کی رحمت اس کو حاصل نہیں ہوگی اس لئے کہ تمہارے اتنے حقوق بیان کئے گئے تمہارے حقوق کا لحاظ کیا گیا اس کا منشاء درحقیقت یہ ہے کہ تمہارے اور تمہارے شوہر کے درمیان جو تعلق ہے وہ درست ہو جائے۔

اوراس تعلق کی درستگی کا ایک لازمی حصہ یہ ہے کہ تمہارے ذریعہ شوہر کو عفت حاصل ہو پاک دامنی حاصل ہو نکاح کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ پاک دامنی حاصل ہو اور نکاح کے بعد شوہر کو کسی اور طرف دیکھنے کی ضرورت نہ رہے۔اس لئے تمہارے ذمے یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ اس معاملے میں تمہاری طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہوا گر کوتاہی ہوگی تو پھر فرشتوں کی طرف سے تم پر لعنت ہوتی رہے گی دوسری روایت میں الفاظ یہ ہیں کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کا بستر چھوڑ کر رات گزارے تو اس کو فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کے صبح ہو جائے اب آپ اندازہ لگائیں کہ حدیث شریف میں ایک چھوٹی بات کہی گئی ہے کہ اگر شوہر نے بیوی کو اس کام کیلئے دعوت دی ہے اور وہ انکار کرے یا ایسے طرز عمل اختیار کرے جس سے شوہر کا منشاء پورا نہ ہو سکے تو ساری رات لعنت ہوتی رہتی ہے۔اور اگر شوہر کی اجازت اور شوہر کی مرضی کے بغیر عورت گھر سے باہر چلی جائے جب تک وہ گھر سے باہر رہے گی اللہ تعالی کے فرشتوں کی لعنت ہوتی رہے گی ان تمام معاملات کی نبی کریم ﷺ نے تفصیل کے ساتھ ایک ایک چیز بیان فرما دی اس لئے کہ یہی چیزیں جھگڑا اور فساد کا باعث ہوتی ہیں۔

شوہر کی اجازت سے نفلی روزے نہ رکھے!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ''کسی عورت کیلئے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کی موجودگی میں روزے رکھے مگر شوہر کی اجازت سے یعنی کسی عورت کیلئے نفلی روزہ رکھنا شوہر کی اجازت کے بغیر حلال نہیں ۔نفلی عبادت کے کتنے فضائل احادیث میں مذکور ہیں لیکن عورت شوہر کی اجازت کے بغیر نہیں رکھ سکتی۔اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ دن کے وقت روزہ ہونے کی وجہ سے شوہر کو تکلیف ہو اس لئے پہلے شوہر سے اجازت لے لے البتہ شوہر کو چاہئے کہ وہ بلا وجہ بیوی کو نفلی روزے سے منع نہ کرے۔بلکہ روزے کی اجازت دے دے بعض اوقات میاں بیوی کے درمیان اس بات پر جھگڑا ہو جاتا ہے کہ بیوی کہتی ہے کہ میں روزہ رکھنا چاہتی ہوں اور شوہر کہتا ہے کہ میں اجازت نہیں دیتا اس لئے مرد کو چاہئے کہ وہ بلا وجہ اس فضیلت کو حاصل کرنے سے بیوی کو منع نہ کرے لیکن عورت کیلئے بلا اجازت روزہ رکھنا جائز نہیں اگر شوہر اجازت نہیں دیتا تو عورت وہ نفلی روزہ چھوڑ دے اس لئے کہ شوہر کی اطاعت زیادہ مقدم ہے۔

شوہر کی اطاعت نفلی عبادت پر مقدم ہے!

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے شوہر کی اطاعت کو تمام نفلی عبادتوں پر فوقیت عطا فرمائی ہے۔لہذا جو ثواب اس

عورت کوروزہ رکھ کرملتا، اب شوہر کی اطاعت کرنے میں اس سے زیادہ ثواب ملے گا اور وہ عورت یہ نہ سمجھے میں روزہ سے محروم ہوگئی۔ اس لئے کہ وہ یہ سوچے کہ روزہ کس لئے رکھ رہی تھی؟ روزہ تو اسلئے رکھ رہی تھی کہ ثواب ملے گا۔ اور اللہ تعالی راضی ہوں گے اور اللہ تعالی یہ فرمارہے ہیں کہ میں اس وقت راضی نہیں ہوں گا جب تک تیرا شوہر تجھ سے راضی نہیں ہوگا اس لئے جو ثواب تمہیں روزہ رکھ کرملتا، وہی روزے کا ثواب کھانے پینے کے بعد بھی ملے گا۔ انشاء اللہ

گھر کے کام کاج پر اجر و ثواب!

بعض مرتبہ ہم لوگوں کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے تعلقات ایک دنیاوی قسم کا معاملہ ہے اور یہ صرف نفسیاتی خواہشات کی تکمیل کا معاملہ ہے، ایسا ہرگز نہیں بلکہ یہ دینی معاملہ بھی ہے اس لئے کہ اگر عورت یہ نیت کرلے کہ اللہ تعالی نے میرے ذمے یہ فریضہ عائد کیا ہے، اور اس تعلق کا مقصد شوہر کو خوش کرنا ہے اور شوہر کو خوش کرنے کے واسطے سے اللہ تعالی کو خوش کرنا ہے تو پھر یہ سارا عمل ثواب بن جاتا ہے گھر کا جو کام خواتین کرتی ہیں، اور اس میں نیت شوہر کو خوش کرنے کی ہے تو صبح سے لیکر شام تک وہ جتنا کام کررہی ہیں وہ سب اللہ تعالی کے ہاں عبادت میں لکھا جاتا ہے چاہے وہ کھانا پکانا ہو گھر کی دیکھ بھال ہو یا بچوں کی تربیت ہو یا شوہر کا خیال ہو یا شوہر کے ساتھ خوش دلی کی باتیں ہوں ان سب پر اجر لکھا جارہا ہے بشرطیکہ نیت درست ہو۔

جنسی خواہشات کی تکمیل پر اجر و ثواب!

اور اس موضوع پر صریح حدیث موجود ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ''کہ میاں بیوی کے جو باہمی تعلقات ہوتے ہیں اللہ تعالی ان پر بھی اجر عطا فرماتے ہیں صحابہ کرامؓ نے سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ وہ انسان اپنی نفسیانی خواہشات کے تحت کرتا ہے اس پر کیا اجر؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر وہ ان نفسانی خواہشات کو ناجائز طریقے سے پورا کرتے تو اس پر گناہ ہوتا یا نہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! گناہ ضرور ہوتا کیونکہ میاں بیوی ناجائز طریقے کو چھوڑ کر جائز طریقے سے نفسانی خواہشات کو میری وجہ سے اور میرے حکم کے ماتحت کررہے ہیں اس لئے اس پر بھی ثواب ہوگا'' (مسند احمد بن حنبلؒ ج ۵ ص ۱۶۹۱۶۷)

اللہ تعالی دونوں کو رحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں!

ایک حدیث جو میں نے خود تو نہیں دیکھی مگر البتہ حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ کے مواعظ میں یہ حدیث پڑھی ہے اور حضرت تھانوی نے کئی جگہ اس حدیث کا ذکر فرمایا وہ حدیث یہ ہے کہ ''شوہر باہر سے گھر کے اندر داخل ہوا اور اس نے محبت کی نگاہ سے بیوی کو دیکھا اور

بیوی نے محبت کی نگاہ سے شوہر کو دیکھا تو اللہ تعالی دونوں کو رحمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں''۔لہذا یہ میاں بیوی کے تعلقات محض دنیاوی قصہ نہیں ہے یہ آخرت اور جنت اور جہنم بنانے کا راستہ بھی ہے۔

قضا روزوں میں شوہر کی رعایت!

ترمذی شریف میں حدیث ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ ''رمضان کے مہینے میں طبعی مجبوری کی وجہ سے روزے مجھ سے قضا ہو جاتے تھے، میں عام طور پر ان روزوں کو آنے والے شعبان کے مہینے میں رکھا کرتی تھی یعنی تقریبا گیارہ ماہ بعد، یہ میں اس لئے کرتی تھی کہ آنحضرت ﷺ بھی کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے''۔لہذا اگر اس زمانے میں میں بھی روزے سے ہوں گی اور آپ بھی روزے سے ہوں گے تو یہ صورت زیادہ بہتر ہے۔

بنسبت اس کے کہ میں روزے سے ہوں اور آپ ﷺ کا روزہ نہ ہو حالانکہ وہ نفلی روزے نہیں تھے بلکہ رمضان کے قضا روزے تھے اور قضا روزوں کے بارے میں حکم یہ ہے کہ ان کو جتنا جلدی ہو سکے، ادا کر لینے چاہئے ،لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا صرف آپ ﷺ کی تکلیف کے خیال سے شعبان تک موخر فرماتی تھیں۔
(صحیح مسلم کتاب الصیام باب قضاء رمضان فی شعبان حدیث نمبر ۱۱۴۶)

بیوی گھر میں آنے کی اجازت نہ دے!

اس حدیث کا اگلا جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ یعنی ''عورت کے ذمے یہ بھی فرض ہے کہ شوہر کے گھر میں آنے میں کسی کو شوہر کی اجازت کے بغیر داخل ہونے کی اجازت نہ دے''۔ یہ کسی ایسے شخص کو گھر کے اندر آنے کی اجازت دینا جس کو شوہر نہ پسند کرتا ہو۔ یہ عورت کیلئے بالکل ناجائز اور حرام ہے۔ایک دوسری حدیث میں اس بات کو اور تفصیل سے بیان فرمایا کہ ''یاد رکھو! تمہارا تمہاری بیویوں پر بھی کچھ حق ہے اور تمہاری بیویوں کے تم پر کچھ حق ہے''۔یعنی دونوں کے ذمے ایک دوسرے کے کچھ حقوق ہیں اور دونوں کے حقوق کی نگہداشت اور پاس داری فریقین پر لازم ہے وہ حقوق کیا ہیں؟

وہ یہ ہیں کہ اے مردوں! تمہارا حق ان بیویوں پر یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں کو ایسے لوگوں کو استعمال نہ کرنے دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو اور تمہارے گھر میں ایسے لوگوں کو آنے کی اجازت نہ دیں،جن کا آنا تم ناپسند کرتے ہو، یہاں دو حق بیان فرمائے ایک یہ کہ

بیوی کے ذمے یہ فرض ہے کہ وہ گھر کے اندر کسی ایسے شخص کو آنے نہ دے جس کے آنے کو شوہر ناپسند کرتا ہو، حتی کہ اگر بیوی کے کسی عزیز کا گھر میں آنا شوہر کو ناپسند ہو تو اس صورت میں اپنے عزیزوں کو بھی گھر میں آنے کی اجازت دینا بھی جائز نہیں۔ اور والدین کو بھی صرف اتنی اجازت ہے کہ ß میں ایک مرتبہ آ کر بیٹی کی صورت دیکھ لیں۔ اس سے تو شوہر ان کو روک نہیں سکتا۔ لیکن ان کیلئے بھی شوہر کی اجازت کے بغیر گھر میں ٹھہرنا اور رہنا جائز نہیں۔ اسلئے کہ حضور اقدس ﷺ نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ جن کو تم ناپسند کرتے ہو ان کو آنے کی اجازت نہ دو چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ اور دوسرا جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ وہ بیویاں تمہارے بستروں کو استعمال کرنے کی اجازت نہ دیں، جن کو تم ناپسند کرتے ہو، بستر کے استعمال میں سب چیزیں داخل ہیں یعنی بستر پر بیٹھنا، بستر پر لیٹنا، بستر پر سونا یہ سب اس میں داخل ہیں۔

حضرت ام حبیبہؓ کا اسلام لانا!

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا حضور اقدس ﷺ کی زوجہ مطہرہ ہیں۔ حضرات صحابہ کرامؓ کے واقعات کے اندر نور بھرا ہوا ہے۔ یہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالی عنہ کی بیٹی ہیں۔ جنہوں نے تقریبا اکیس سال حضور اقدس ﷺ کی مخالفت میں گزارے اور حضور اقدس ﷺ کے خلاف جنگیں لڑیں اور مکہ مکرمہ کے سرداروں میں سے تھے اور آخر میں فتح مکہ کو موقع پر مسلمان ہو کر صحابیؓ بن گئے اور اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کا کرشمہ تھا کہ کافروں کے اتنے بڑے سردار کی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا اور ان کے شوہر دونوں مسلمان ہو گئے باپ مسلمانوں کی مخالفت اور ان کے ساتھ عداوت میں لگا ہوا ہے۔

اور بیٹی اور داماد دونوں مسلمان ہو گئے، ان دونوں کے مسلمان ہونے سے ابوسفیان کے کلیجے پر چھری چلتی تھی اور ان کو بیٹی اور داماد کا مسلمان ہونا برداشت نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ ان کو تکلیفیں پہنچانے کے درپے رہتے تھے۔ اس زمانے میں بہت سے مسلمان کافروں کی تکلیفوں سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والے مسلمانوں میں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا اور ان کے شوہر بھی تھے۔ یہ دونوں وہاں جا کر رہنے لگے۔ لیکن اللہ تعالی کی مشیت کے عجیب وغریب انداز ہیں۔ جب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا نے اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ میں قیام کیا تو کچھ دنوں کے بعد انہوں نے خواب میں دیکھا کہ میرے شوہر کی صورت بالکل بدل گئی ہے۔ اور مسخ ہو گئی ہے۔ جب یہ بیدار ہوئیں تو ان کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ میرے شوہر کے دین و ایمان پر کچھ خلل آ جائے اس کے بعد جب کچھ دن گزرے تو اس خواب کی تعبیر سامنے آ گئی اور یہ ہوا کہ شوہر ایک عیسائی کے پاس جایا کرتے تھے اس کے پاس جانے کے نتیجے میں ایمان نکل گیا اور عیسائی بن گئے۔

اب حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا پر تو بجلی گر گئی اسلام کے خاطر ماں باپ کو چھوڑا، وطن کو چھوڑا، سارے عزیز و اقارب کو چھوڑا اور آ کر اس دیارِ غربت میں مقیم ہو گئے اور لے دے کر ایک شوہر جو ہمدرد اور دم ساز ہو سکتا تھا۔ وہ کافر ہو گیا، اب ان پر تو قیامت گزر گئی۔ اور کچھ دنوں کے بعد ان کے شوہر کا اسی حالت میں انتقال ہو گیا۔ اب یہ حبشہ کے اندر بالکل تنہا رہ گئیں، کوئی پوچھنے والا نہیں۔

حضور اقدس ﷺ سے نکاح!

ادھر حضور اقدس ﷺ کو مدینے میں اس کی اطلاع ملی کے ان کے شوہر عیسائی بن کر انتقال کر گئے ہیں۔ حضرت ام حبیبہؓ دیارِ غیر میں اکیلی اور تنہا ہیں تو حضور ﷺ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو پیغام بھیجا کہ کیونکہ ام حبیبہؓ دیار غیر میں اکیلی اور تنہا ہیں۔ ان کو میری طرف سے نکاح کا پیغام دیدو چنانچہ نجاشی کی معرفت میں ان کو نکاح کا پیغام بھیجا گیا۔ چنانچہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا خود اپنا واقعہ سناتی ہیں کہ ایک دن میں اسی بے بسی کے عالم میں گھر میں بیٹھی تھی اتنے میں دروازے پر دستک ہوئی دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک کنیز کھڑی ہوئی ہے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا اس سے پوچھا کہ کہاں سے آئی ہو؟ اس کنیز نے جواب دیا کہ مجھے حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے بھیجا ہے۔

(یہ وہی نجاشی ہیں جو حضور اقدس ﷺ پر ایمان لا کر مسلمان ہو گئے تھے) انہوں نے پوچھا کہ کیوں بھیجا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ مجھے اس لئے بھیجا ہے کہ آپ کو حضرت محمد ﷺ نے نکاح کا پیغام بھیجا ہے اور نجاشی بادشاہ کی معرفت بھیجا ہے۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت یہ الفاظ میرے کان میں پڑے اس وقت مجھے اس قدر مسرت اور حیرت ہوئی کے میرے پاس اس وقت جو کچھ بھی تھا وہ میں نے اٹھا کر کنیز کو دیدیا اور کہا کہ تو میرے لئے اتنی اچھی خبر لائی ہے اس لئے یہ تیرا انعام ہے، اور آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ میں تھے اور کچھ عرصے کے بعد آنحضرت ﷺ نے ان کو مدینہ منورہ بلوانے کا انتظام فرمایا۔
(الاصابۃ فی تمییز الصحابہ ج ۴ ص ۲۹۸)

متعدد نکاح کی وجہ!

واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو متعدد نکاح فرمائے۔ ناحق شناس لوگ تو معلوم نہیں کیا کیا باتیں کرتے ہیں۔ لیکن ہر نکاح کے پیچھے

بڑی عظیم الشان حکمتیں ہیں۔اس نکاح میں دیکھ لیجئے کہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا حبشہ میں کس بے بسی کی حالت میں زندگی گزار رہی تھیں۔کوئی پوچھنے والانہیں تھا۔اب اگر آنحضرت ﷺ ان کی اس طرح دلداری نہ فرماتے تو ان کا کیا بنتا،آپ ﷺ نے اس طریقے سے ان سے نکاح فرما کران کو مدینہ طیبہ بلوایا۔

غیر مسلم کی زبان سے تعریف!

یہ بھی آنحضرت ﷺ کا کرشمہ اور معجزہ ہے کہ جس وقت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا کا آپ ﷺ سے نکاح ہوگیا تو اس کی اطلاع حضرت ابوسفیان کو پہنچی اور اس وقت حضرت ابوسفیان حضور ﷺ کے دشمن اور کافر تھے جب ان کو یہ اطلاع ملی کے میری بیٹی کا نکاح آنحضرت ﷺ سے ہوگیا اس وقت بے ساختہ ان کی زبان پر جو کلمہ آیا وہ یہ تھا کہ یہ خبر تو خوشی کی خبر ہے اس لئے کہ محمد ﷺ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جن کے پیغام کو رد کیا جائے۔لہذا یہ تو خوش قسمتی کی بات ہے کہ ام حبیبہ (رضی اللہ تعالی عنہا) وہاں چلی گئیں۔

معاہدہ کی عہد شکنی!

صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوسفیان کے درمیان جنگ بندی کا ایک معاہدہ ہوا تھا قطب سیرت میں جس کی تفصیل موجود ہے۔ایک سال تک حضرت ابوسفیان اور دوسرے کافروں نے اس معاہدے کے شرائط کی پابندی کی لیکن ایک سال کے بعد انہوں نے عہد شکنی شروع کردی اس عہد شکنی کے نتیجے میں حضور اقدس ﷺ نے یہ اعلان فرمادیا کہ اب ہم اس معاہدے کے پابند نہیں رہے اس لئے اب ہم جب چاہیں گے مکہ مکرمہ پر حملہ کردیں، کیونکہ ہمارے دشمنوں نے جب عہد کا پاس نہیں کیا تو اب ہم بھی اس کے پابند نہیں رہے۔اس اعلان کے بعد حضرت ابوسفیان کو یہ خطرہ لاحق ہوگیا کے کسی وقت بھی حضور اقدس ﷺ مکہ مکرمہ پر حملہ کرسکتے ہیں۔

آپ اس بستر کے لائق نہیں ہیں!

ایک مرتبہ حضرت ابوسفیان شام سے واپس آرہے تھے کہ مسلمانوں نے ان کو اور ان کے قافلے کو گرفتار کرلیا تو حضرت ابوسفیان رات و رات چھپ چھپا کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور یہ خیال ہوا کہ میری بیٹی تو حضور اقدس ﷺ کے گھر میں ہے۔لہذا میں اس سے بات کروں گا تو شاید میری جان بخشی ہوجائے۔چنانچہ یہ چھپ کر حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر میں داخل ہوگئے بیٹی نے ان کا استقبال کیا۔جس وقت یہ گھر میں داخل ہوئے اس وقت حضور اقدس ﷺ کا بستر گھر میں بچھا ہوا تھا حضرت ابوسفیان نے گھر میں داخل ہوکر اس بستر پر بیٹھنے کا ارادہ کیا،تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا تیزی سے آگے بڑھیں اور حضور اقدس ﷺ کا بستر ایک

طرف ہٹا کر لپیٹ کر رکھ دیا۔(حضرت ابوسفیان کو بیٹی کے طرز عمل سے بڑا اچھنبا ہوا، اور عجیب محسوس ہوا اور ایک جملہ یہ کہا کہ رملہ کیا یہ بستر میرے لائق نہیں یا میں اس بستر کے لائق نہیں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالی عنہا نے جواب دیا کہ'' ابا جان یہ بات ہے کہ آپ اس بستر کے لائق نہیں اس واسطے کہ یہ محمد رسول ﷺ کا بستر ہے اور جو آدمی مشرک ہو میں اس کو اپنی زندگی میں اس بستر پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دے سکتی'' اس پر (حضرت ابوسفیان (رضی اللہ تعالی عنہ) نے کہا کہ رملہ ! مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ تم اتنی بدل جاؤ گی کہ اپنے باپ کو بھی اس بستر پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دو گی حضرت ام حبیبہ کا یہ عمل کہ حضور اقدس ﷺ کے بستر پر اپنے باپ کو بھی بیٹھنے سے منع فرمایا یہ درحقیقت اس حدیث پر عمل ہے کہ جن کو تم ناپسند کرتے ہو ان لوگوں کو وہ بیویاں تمہارا بستر استعمال کرنے کی اجازت نہ دیں
(الاصابة فی تمییز الصحابه ص ۲۹۸)

بیوی فوراً آجائے !

حضرت طلق بن علی رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ'' جب مرد اپنی بیوی کو بلائے تو اس عورت پر واجب ہے کہ وہ فوراً آجائے خواہ وہ تنور پر ہی کیوں نہ ہو''۔ مراد یہ ہے کہ اگر چہ وہ عورت روٹی پکانے کے کام میں ہی مشغول ہو اس وقت بھی اگر شوہر اپنی حاجت کیلئے اس کو دعوت دے اور بلائے تو انکار نہ کرے۔

نکاح جنسی تسکین کا حلال راستہ !

ان سارے احکام کا مقصد درحقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہر مرد وعورت کے اندر فطری طور پر ایک جنسی جذبہ اور خواہش رکھی ہے اور اس فطری جذبہ اور خواہش کی تسکین کیلئے ایک حلال راستہ تجویز فرما دیا ہے۔ وہ ہے نکاح کا راستہ اور شوہر بیوی کے تعلقات میں اس ضرورت کو پورا کرنا اولین اہمیت کا حامل ہے۔اس لئے حلال کے سارے راستے کھول دیئے تاکہ کسی بھی مرد وعورت کو حرام طریقے سے اس جذبے اور خواہش کی تسکین کا خیال پیدا نہ ہو۔

بیوی کو شوہر سے اور شوہر کو بیوی سے تسکین ہو تاکہ دوسروں کی طرف دیکھنے کی ضرورت پیش نہ آئے نکاح کرنا آسان ہے۔اسی واسطے اللہ تعالی نکاح کے رشتے کو بہت آسان بنایا کہ صرف مرد وعورت موجود ہوں اور دو گواہ موجود ہوں اور وہ مرد وعورت ان گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرلیں بس نکاح ہو گیا حتی کہ خطبہ نکاح پڑھنا بھی ضروری نہیں البتہ خطبہ پڑھنا سنت ہے۔اسی طرح کسی قاضی سے یا کسی اور سے نکاح پڑھانے کی ضرورت نہیں ہے اگر دوسرے سے پڑھوالے تو یہ سنت ہے۔لیکن اس کے بغیر بھی اگر مرد

وعورت خود دو گواہوں کی موجودگی میں ایجاب وقبول کرلیں ایک کہے کہ میں نے تم سے نکاح کیا اور دوسرا کہے میں نے قبول کیا۔ نکاح منعقد ہو گیا نکاح کے لئے نہ تو مسجد میں جانے کی ضرورت ہے اور نہ درمیان میں تیسرے شخص کو ڈالنے کی ضرورت ہے تا کہ حلال کا راستہ آسان سے آسان ہو جائے۔

برکت والا نکاح!

اور دوسری طرف یہ تاکید فرمائی کہ نکاح کا معاملہ اور نکاح کی تقریب سادگی اور آسانی کے ساتھ انجام دی جائے۔کوئی رسم کوئی شرط کوئی لمبی چوڑی تقریب کرنے کی ضرورت نہیں حدیث شریف میں فرمایا کہ''جب اولاد بالغ ہو جائے تو اس کے نکاح کی فکر کرو تا کہ اس کو حرام کی طرف جانے کی خواہش اور ضرورت پیدا نہ ہو اور حلال کا راستہ آسان ہو جائے ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ''سب سے زیادہ برکت والا نکاح وہ ہے جس میں بہت زیادہ آسانی ہو''اور سادگی ہو نکاح کو جتنا پھیلایا جائے گا اور جتنا اس کے اندر دھوم دھڑکا ہو گا اسی قدر اس میں برکت کم ہوتی چلی جائے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا نکاح!

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ جلیل القدر صحابی ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔یعنی ان دس خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں جن کو حضور اقدس ﷺ نے دنیا ہی میں خوش خبری سنادی تھی کہ یہ جنت میں جائیں گے، ایک مرتبہ جب حضور اقدس ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو حضور اقدس ﷺ نے دیکھا کہ ان کی قمیض کے اوپر زرد نشان اور رنگ لگا ہوا ہے۔آنحضرت ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تمہاری قمیض پر یہ زرد نشان کیسا لگا ہوا ہے؟ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ! میں نے ایک خاتون سے نکاح کرلیا ہے۔اور نکاح کے وقت ایک خوشبو لگائی تھی۔اور یہ خوشبو کا نشان ہے، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: (صحیح بخاری، کتاب البیوع ، باب''فاذا قضیت الصلاۃ فانتشروا'' حدیث نمبر ۲۰۴۸) اللہ تعالی اس میں تمہارے لئے برکت عطا فرمائیں ولیمہ کرلو چاہے وہ ایک بکری سے کیوں نہ ہو اس حدیث میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، اور حضور اقدس ﷺ کے انتہائی قریبی صحابی ہیں، لیکن نکاح کی تقریب میں صرف یہ نہیں کہ آنحضرت ﷺ کو بلایا نہیں بلکہ ذکر تک نہیں کیا اور پھر جب خود حضور اقدس ﷺ نے رنگ کے بارے میں پوچھا تو اس کے جواب کے ضمن میں نکاح کی اطلاع دی۔اور نکاح کی خبر سن کر حضور اقدس ﷺ نے یہ شکایت نہیں کی کہ تم اکیلے نکاح کر کے بیٹھ گئے۔ہمیں بلایا تک نہیں۔۔۔اس لئے کہ شریعت نے نکاح کی تقریب پر سرے سے کوئی شرط اور قید عائد نہیں کی۔

آج نکاح کو مشکل بنا دیا گیا ہے!

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں آئے ، اور عرض کیا'' یارسول اللہ! میں نے ایک خاتون سے نکاح کرلیا ہے'' (صحیح بخاری ، کتاب النکاح ، باب تزویج الثیبات ، حدیث نمبر ۵۰۷۹) یہ حضور اقدس ﷺ کے بہت قریبی صحابہ میں سے تھے ۔ اور ہر وقت حضور ﷺ سے ملتے رہتے تھے ، لیکن نکاح میں شرکت کی دعوت نہیں دی ۔ اس لئے کہ حضور اقدس ﷺ کے عہد مبارک میں اس کا عام رواج تھا کہ نکاح کیلئے کوئی خاص اہتمام نہیں کیا جاتا تھا یہ نہیں تھا کہ نکاح ہو رہا ہے تو ایک طوفان برپا ہے مہینوں سے اس کی تیاریاں ہورہی ہیں اور پورے خاندان میں اس کی دھوم ہے اس کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا ۔ شریعت نے نکاح کو جتنا آسان کیا تھا ، ہم نے اس کو اپنی غلط رسموں کے ذریعہ اتنا ہی مشکل بنا دیا اس کا نتیجہ دیکھ لیجئے کہ لڑکیاں بغیر نکاح کے گھروں میں بیٹھی ہیں ۔

وہ اس لئے گھروں میں بیٹھی ہیں کہ جہیز ½ کرنے کیلئے پیسے نہیں ہیں ۔ یا عالی شان تقریب کرنے کیلئے پیسے نہیں ہیں ۔ اب ان کاموں کیلئے پیسے جمع کرنے کیلئے حلال وحرام ایک ہورہا ہے ۔ یہ سب رسومات ہم نے ہندؤں سے اور عیسائیوں سے لے لی ہیں ۔ اور حضور ﷺ نے سنت کا جو طریقہ ہمارے لئے فرمایا تھا کہ وہ ہم نے چھوڑ دیا اور آج اس کا نتیجہ ہے کہ حلال کے راستے بند ہیں ، حلال طریقے سے خواہش پوری کرنے کیلئے بہت دولت ہونا ضروری ہے لاکھوں روپیہ ہو ۔ تب جا کر نکاح کر سکے گا ۔ ورنہ نہیں ، اور دوسری طرف حرام کے ذرائع چاروں طرف چوپٹ کھلے ہیں ۔

جب چاہے ، جس طرح چاہے پوری کرلے ۔ ۔ ۔ دن رات گھر میں ٹی وی چل رہا ہے ، فلمیں آرہی ہیں ، اور اس کے ذریعے نفسانی اور شہوانی جذبات کو یہ برانگیختہ کیا جارہا ہے ۔ ان کو بھڑکایا جارہا ہے ، اگر بازار میں نکلو تو آنکھوں کو پناہ ملنی مشکل ہے ۔ اور اس کے نتیجے میں فحاشی ، عریانی ، بے غیرتی اور بے حیائی ، اور بے پردگی کی لعنت مسلط ہورہی ہیں ۔ لہذا ان رسومات نے ہمارے معاشرے کو تباہی کے کنارے پر پہنچا دیا ہے ۔

جہیز موجودہ معاشرے کی ایک لعنت!

اس معاملے میں سب سے زیادہ ذمہ داری ان لوگوں پے عائد ہوتی ہے ، جو کھاتے پیتے ، امیر اور دولت مند گھرانے کہلاتے ہیں ۔ اس عذاب سے نجات اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک کھاتے پیتے اور امیر کہلانے والے لوگ اس بات کا اقدام نہ کریں کہ ہم اپنے

خاندان میں شادیاں اور نکاح سادگی کے ساتھ کریں گے، اور ان غلط رسموں کو ختم کریں گے۔ اس وقت تک تبدیلی نہیں آئے گی، اس لئے کہ ایک غریب آدمی تو یہ سوچتا ہے کہ مجھے اپنے سفید پوشی برقرار رکھتے ہوئے اور اپنی ناک اونچی رکھنے کیلئے مجھے یہ کام کرنا ہی ہے اس کے بغیر میرا گزارہ نہیں ہوگا، اگر لڑکی کو جہیز نہیں دیں گے تو سسرال والے طعنے دیاں کریں گے کہ کیا لیکر آئی تھی۔

آج جہیز کو شادی کا ایک لازمی حصہ سمجھ لیا گیا ہے۔ گھر کا سامان ½ کرنا جو شوہر کے ذمے واجب تھا۔ وہ آج بیوی کے باپ کے ذمے واجب ہے، گویا کہ وہ باپ اپنی بیٹی اور اپنے جگر کا ٹکڑا بھی شوہر کو دے دے، اور اس کے ساتھ لاکھوں روپیہ بھی دے، گھر کا فرنیچر ½ کرے اور اس طرح وہ دوسرے کا گھر آباد کرے۔ شریعت میں اس کی کوئی اصل موجود نہیں ٹھیک ہے اگر کوئی باپ اپنی بیٹی کو کوئی چیز دینا چاہتا ہے تو وہ سادگی کے ساتھ دے دے بہرحال جو متمول اور کھاتے پیتے گھرانے کہلاتے ہیں، ان پر یہ ذمہ داری زیادہ عائد ہوتی ہے کہ وہ جب تک اس سادگی کو نہیں اپنائیں گے اور اس کو ایک تحریک کی شکل میں نہیں چلائیں گے اس وقت تک اس عذاب سے نجات ملنی مشکل ہے۔ اللہ تعالی اپنی رحمت سے یہ بات ہمارے دلوں میں ڈال دے۔ آمین

عورت کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر میرے لئے کسی کو یہ حکم دینا جائز ہوتا کہ ایک شخص دوسرے کو سجدہ کرے تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ لیکن چونکہ اللہ تعالی کے علاوہ دوسرے کے آگے سجدہ کرنا جائز نہیں، لہذا میں یہ سجدہ کرنے کا حکم نہیں دیتا۔ لیکن اگر اس دنیا میں کسی انسان کیلئے دوسرے انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے''۔

یہ دو دِلوں کا تعلق ہے!

زندگی کے سفر میں جہاں مرد و عورت ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس میں اللہ تعالی نے مرد کو ''امیر'' اور ''نگران'' بنایا ہے اس ''امارت'' کے علاوہ اور جتنی امارتیں ہیں وہ سب وقتی اور عارضی ہیں۔ آج ایک آدمی امیر اور حاکم بن گیا۔ یا ملک کا بادشاہ بنا دیا گیا لیکن اس کی حاکمیت اور بادشاہت اور امارت ایک مخصوص وقت تک کیلئے ہے۔ کل تک حکام اور امیر بنا ہوا تھا، اور آج وہ جیل خانے میں ہے، کل تک بادشاہ بنا ہوا تھا۔ اور آج دو کوڑی کیلئے پوچھنے کو تیار نہیں، لہذا یہ امارتیں اور حکومتیں آنی جانی چیزیں ہیں۔ آج ہے اور کل نہیں۔ لیکن میاں بیوی کا تعلق یہ زندگی بھر کا تعلق ہے۔ دم دم کا ساتھ ہے ایک ایک لمحے کی رفاقت ہے۔ لہذا اس تعلق کے نتیجے

میں مرد کو جو امارت حاصل ہوتی ہے وہ مرتے دم تک برقرار رہتی ہے یا جب تک نکاح کا رشتہ برقرار ہے اسلئے یہ ''امارت'' عام امارتوں سے مختلف ہے۔ دوسری امارتوں حاکم کا محکوم کے ساتھ، امیر کا رعیت کے ساتھ صرف ایک ضابطہ کا دستوری اور قانونی تعلق ہوتا ہے، لیکن میاں بیوی کا تعلق محض ضابطہ قانون اور محض خانہ پُر ی کا تعلق نہیں ہے بلکہ یہ دلوں کا جوڑ ہے یہ دلوں کا تعلق ہے۔ جس کے اثرات ساری زندگی پر محیط ہیں اسی واسطے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر میں کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے'' کیونکہ وہ اس کی زندگی بھر کے سفر کا امیر ہے۔

سب سے زیادہ قابل محبت ہستی!

نبی کریم ﷺ کی سنت یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے فرائض کی طرف توجہ دلاتے ہیں جب شوہر سے خطاب تھا اس وقت ساری باتیں عورت کے حقوق کے بارے میں بیان کی جارہی تھیں، کہ عورت کے یہ حقوق ہیں عورت کے یہ حقوق ہیں اور جب عورت سے خطاب ہورہا ہے تو عورت کو اس کے فرائض کی طرف متوجہ کیا جارہا ہے، کہ تمہیں یہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے بعد تمہارے لئے سب سے زیادہ قابل احترام اور سب سے زیادہ قابل محبت ہستی اس روئے زمین تمہارا شوہر ہے۔ جب تک یہ بات نہیں سمجھو گی شوہر کے حقوق صحیح طور پر ادا نہیں کر پاؤ گی البتہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا حکم سب پر مقدم ہے۔ جب اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا حکم آجائے تو پھر نہ باپ کی اطاعت نہ ماں کی اطاعت اور نہ شوہر کی اطاعت لیکن اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے بعد شوہر کا درجہ ہے اس کو خوش کرنے کی فکر کرو اس کے حقوق ادا کرنے کی فکر کرو اس کی اطاعت کی فکر کرو۔

جدید تہذیب کی ہر چیز الٹی!

آج ہمارے دور میں ہر چیز کے اندر الٹی گنگا بہنے لگی ہے۔ حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ آج کی تہذیب میں ہر چیز الٹی ہوگئی ہے۔ یہاں تک کہ پہلے چراغ تلے اندھیرا ہوا کرتا تھا اور اب بلب کے اوپر اندھیر ہوتا ہے اور اس درجہ الٹی ہوگئی ہے کہ گھر کا کام کاج اگرچہ شرعاً عورت کے ذمے واجب نہ ہو لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی سنت ضرور ہے، اس لئے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا گھر کا سارا کام خود اپنے ہاتھ سے کیا کرتی تھیں، اور دوسری طرف عورت کو شوہر کی اطاعت کا بھی حکم دیا گیا کہ ان کی اطاعت کرو اب اگر ایک عورت گھر کا کام کاج کرتی ہے، اور اپنے شوہر اور بچوں کیلئے کھانا پکاتی ہے، تو اس پر اس کیلئے اعلی ترین اجر و ثواب لکھا جاتا ہے۔ لیکن آج کی الٹی تہذیب کا فیصلہ یہ ہے کہ عورت کا گھر میں بیٹھنا اور گھر کے کام کاج کو رجعت پسندی دقیانوسیت اور پرانا طریقہ ہے، اور یہ عورت کو گھر کی چار دیواری میں بند کرنا ہے۔ لیکن اگر وہی عورت ہوائی جہاز میں ائیر ہوسٹس بن کر چار سو

آدمیوں کو کھانا کھلائے اور ان کے سامنے ٹرے سجا کر لے جائے اور چار سو آدمیوں کی ہولناک نگاہوں کا نشانہ بنے ایک شخص اس سے کوئی خدمت لے رہا ہے، دوسرا شخص اس سے کوئی خدمت لے رہا ہے، اور بعض اوقات بلا وجہ خدمت لیتے ہیں۔ کوئی خاص ضرورت نہیں ہوتی کسی نے بیل بجا کر اس کو بلایا اور اسی سے کہا کہ یہ تکیہ اٹھا کر دے دو۔ اس خدمت کا نام آج کی جدید تہذیب میں آزادی ہے۔

اور اگر وہی عورت گھر میں اپنے شوہر اپنے بچوں اور اپنے بہن بھائیوں کیلئے یہ خدمت انجام دے، تو اس کا نام ''دقیانوسیت'' ہے، اور یہ ترقی کے خلاف ہے۔ اگر وہی عورت ہوٹل میں ''ویٹرس'' بنی ہوئی ہے، اور دن رات لوگوں کی خدمت انجام دے رہی ہے، کھانا کھلا رہی ہے تو وہ ''آزادی نسواں'' کا ایک حصہ ہے، یا وہ کسی کی سکیٹری بن جائے، یا وہ عورت کسی کی اسٹینو گرافر بن جائے، یہ تو آزادی ہے، اور اگر یہی عورت کام گھر میں رہ کر اپنے شوہر اپنے بچوں اور ماں باپ کیلئے یہ کام کرے تو اس کو ''دقیانوسیت'' کا نام دے دیا گیا ہے۔

عورت کی ذمہ داری!

حضور اقدس ﷺ فرما رہے ہیں کہ عورت کے ذمے دنیا کے کسی فرد کی خدمت واجب نہیں، نہ اس کے ذمے کوئی ذمہ داری ہے اور نہ اس کے کاندھوں پر کسی کی ذمہ داری کا بوجھ ہے، تم ہر بوجھ اور ہر ذمہ داری سے آزاد ہو۔ لیکن صرف ایک بات ہے کہ تم اپنے گھر میں قرار سے رہو۔ اور اپنے شوہر کی اطاعت کرو، اور اپنے بچوں کی تربیت کرو، یہ تمہارا فریضہ اور اس کے ذریعے تم قوم کی تعمیر کرو اور اس کی معمار بن جاؤ۔ حضور اقدس ﷺ نے تمہیں عزت کا یہ مقام دیا تھا۔ اب تم میں سے جو چاہے اس عزت کے مقام کو اختیار کرے، اور جو چاہے ذلت کے مقام کو اختیار کرے۔ جو آنکھوں سے نظر آ رہا ہے۔

وہ عورت سیدھی جنت میں جائے گی!

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جس عورت کا انتقال اس حالت میں ہوا کہ اس کا شوہر اس سے خوش ہو تو وہ سیدھی جنت میں جائے گی''۔

وہ تمہارے پاس چند دن کا مہمان ہے!

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''جب کبھی کوئی بیوی اپنے شوہر کو کوئی تکلیف پہنچاتی ہے، (اس لئے کہ بسا اوقات عورت کی طبیعت سلامتی کی حامل نہیں ہوتی اور اس کی طبیعت میں فساد و بگاڑ ہوتا ہے۔ اور اس فساد و بگاڑ کے نتیجے میں اپنے شوہر کو تکلیف پہنچا رہی ہے) تو اس کے شوہر کی جو بیویاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنت میں حوروں کی شکل میں اس کیلئے مقدر فرمائی ہیں۔ وہ حوریں جنت سے اس دنیاوی بیوی سے خطاب کر کے کہتی ہیں کہ ''تو اس کو تکلیف مت پہنچا اس لئے کہ یہ تمہارے پاس چند دن کا مہمان ہے اور قریب ہے کہ وہ تم سے جدا ہو کر ہمارے پاس آجائے''۔

یہ بات حضور اقدس ﷺ فسادی طبیعت رکھنے والی بیوی کو متوجہ کر کے فرما رہے ہیں کہ تم جو اپنے شوہر کو جو تکلیف پہنچا رہی ہو اس سے اس کا کچھ نہیں بگڑتا اس لئے کہ دنیا میں تو اس کو جو چاہو گی تکلیف پہنچا دو گی، لیکن آخرت میں اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا رشتہ ایسی ''حورین'' کے ساتھ قائم فرمائیں گے۔ جو ان شوہروں سے اتنی محبت کرتی ہیں کہ ان کے دل کو ابھی سے اس بات کی تکلیف ہو رہی ہے کہ دنیا میں ہمارے شوہر کے ساتھ یہ کیسا تکلیف پہنچانے والا معاملہ کیا جا رہا ہے۔

مردوں کیلئے شدید ترین آزمائش!

حضرت سلمہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''میں نے اپنے بعد کوئی فتنہ ایسا نہیں چھوڑا جو مردوں کیلئے زیادہ نقصان دہ ہو بنسبت عورتوں کے فتنے کے''۔ عورتوں کا فتنہ اس دنیا میں مردوں کیلئے شدید ترین فتنہ ہے۔ اس فتنے کی اگر تشریح لکھی جائے تو ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے کہ یہ عوتیں مردوں کیلئے کس کس طریقے سے فتنہ ہے۔

عورت کس طرح آزمائش ہے!

فتنے کے معنی ہیں ''آزمائش'' اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اس دنیا میں مردوں کی آزمائش کیلئے مقرر فرمایا ہے، اور یہ عورت کس کس طریقے سے آزمائش ہے؟ ایک مختصر مجلس میں اس کا احاطہ کرنا ممکن نہیں۔ یہ عورت اس طریقے سے بھی آزمائش ہے، جس طریقے سے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ پیش آئی یعنی مرد کی طبیعت میں عورت کی طرف کشش کا ایک میلان رکھ دیا گیا۔ اب اس کے حلال راستے بھی بیان کر دیئے اور حرام راستے بھی بیان کر دیئے۔ اب آزمائش اس طرح ہے کہ یہ مرد حلال کا راستہ اختیار کرتا ہے یا حرام کا راستہ اختیار کرتا ہے۔

یہ اللہ کی طرف سے سب سے بڑی آزمائش ہے۔ اس کے ذریعے دوسری آزمائش اس طرح ہے کہ یہ بیوی تو اس کیلئے حلال ہے اس کے ساتھ کیسا معاملہ کرتا ہے۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے جیسے سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، ویسا سلوک کرتا ہے یا اس کی حق تلفی کرتا ہے۔ تیسری آزمائش یہ ہے کہ یہ شخص بیوی کی محبت اور اس کے حقوق کی ادائیگی میں ایسا غلو اور انہاک تو نہیں کرتا کہ اس مقابلے میں دین کے احکام کو پس پشت ڈال دے۔ یہ تو اس نے سن لیا کہ بیوی کو خوش کرنا چاہئے اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے لیکن اب حرام اور ناجائز کاموں میں بھی اس کی دل جوئی کر رہا ہے۔ اور اس کی صحیح دینی تربیت نہیں کر رہا اس طرح بھی یہ آزمائش ہے اس لئے کہ مرد کو دونوں طرف خیال رکھنا ہے۔ ایک طرف محبت کا تقاضا یہ ہے کہ بیوی پر روک ٹوک نہ کرے، اور دوسری طرف دین کا تقاضا یہ ہے کہ خلاف شرع کاموں پر روک ٹوک کرے۔ غرض آزمائشوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ اور اللہ تعالی کی توفیق ہی سے انسان ان تمام آزمائشوں سے سرخ روئی کے ساتھ اس طرح نکل سکتا ہے کہ اس کے حقوق بھی ادا کرے۔ اس کی تعلیم وتربیت کا بھی خیال رکھے۔ اس کے نفع ونقصان کا بھی خیال رکھے، اور حرام کی طرف بھی متوجہ نہ ہو، ان تمام باتوں کا خیال کرنا صرف اللہ تبارک وتعالی کی خاص توفیق ہی کے ذریعے ہوسکتا ہے، اسلئے نبی کریم ﷺ نے ایک دعا تلقین فرمائی جو آپ کی ماثورہ دعاؤں میں سے ہے۔

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں عورتوں کے فتنے'' سے اشارہ اس بات کی طرف دیا گیا ہے کہ اس آزمائش میں کھرا اترنا اور سرخرو ہونا اللہ تعالی کی خاص توفیق کے بغیر ممکن نہیں۔ لہذا انسان کو اللہ تعالی سے رجوع کرتے رہنا چاہئے کہ اے اللہ مجھے اس آزمائش میں پورا اتار دیجئے، اور بھٹکنے اور پھسلنے سے اور غلطی کا مرتکب ہونے سے بچا لیجئے۔ اس لئے اس ماثور دعا کو اپنی دعاؤں میں شامل کر لینا چاہئے۔

ہر شخص نگہبان ہے!

یہ بڑی عجیب وغریب حدیث ہے، اور جوامع الکلم میں سے ہے، اور ہم سے ہر شخص اس حدیث کا مخاطب ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ ''تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص اس کے زیر نگہبان اشیاء اور افراد کے بارے میں سوال ہوگا''۔ یعنی جن چیزوں کی نگہبانی اس کے سپرد کی گئی تھی اس کے بارے میں اس سے سوال ہوگا۔ ''راعی'' کے اصل معنی ہوتے ہیں ''نگہبان'' اور چرواہے کو بھی ''راعی'' کہتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ بکریوں کی نگہداشت کرتا ہے اور ''راعی'' کے معنی ''حاکم'' کے بھی ہوتے ہیں اور حکم کے جو ماتحت ہوتے ہیں، ان کو ''رعیت'' کہا جاتا ہے۔ اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص ''راعی'' ہے اور ہر شخص اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا کہ ان کی نگہبانی تم نے کس طرح کی؟

''امیر'' رعایا کا نگہبان ہے!

ہر امیر اپنے زیرِنگہبانی افراد کا ''راعی'' اور ''نگہبان'' ہے، اور اس سے سوال ہوگا کہ تم نے ان کی کیسی نگہبانی کی ''امیر'' کے بارے میں اسلام کا تصور یہ نہیں کہ وہ امارت کا تاج سر پر لگا کر لوگوں سے الگ ہو کر بیٹھ جائے، بلکہ امیر کا تصور یہ ہے کہ وہ راعی ہے۔ اسی واسطے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ اگر دریائے فرات کے کنارے اگر کوئی کتا بھی بھوکا مر جائے تو مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ قیامت کے روز مجھ سے سوال ہوگا کہ اے عمر! تیری حکومت میں ایک کتا بھوکا مر گیا۔

''خلافت'' ذمہ داری کا ایک بوجھ!

یہی وجہ ہے کہ جب فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ شہادت سے پہلے زخمی ہوئے، تو لوگوں نے کہا کہ آپؓ اپنے بعد خلیفہ بنانے کیلئے کسی کو نامزد کر دیں اور اسی وقت لوگوں نے آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا نام لیا کہ ان کو خلافت کیلئے نامزد فرما دیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ بلا شبہ جلیل القدر صحابی تھے۔ ان کے علم و فضل، تقوی، اخلاص میں کسی کو کوئی شک نہیں ہوسکتا۔

جب لوگوں نے حضرت فاروق اعظم کے سامنے ان کے بیٹے کا نام لیا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے پہلے تو ایک جملہ یہ ارشاد فرمایا کہ تم میرے بعد ایسے شخص کو مجھ سے خلیفہ نامزد کرانا چاہتے ہو جس کو اپنی بیوی کو طلاق دینا بھی نہیں آتا۔ جس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے زمانے میں ایک مرتبہ اپنی اâ کو ایسی حالت میں طلاق دے دی تھی۔ جب ان کی اâ ماہواری کی حالت میں تھیں، اور ماہواری کی حالت میں طلاق دینا ناجائز ہے۔ ان کو یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا۔ اس لئے طلاق دے دی۔ بعد میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اس طلاق سے رجوع کر لو۔ چنانچہ انہوں نے اس طلاق سے رجوع کر لیا۔ اس واقعہ کی طرف حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اشارہ فرمایا کہ تم مجھ سے ایسے شخص کو خلیفہ بنوانا چاہتے ہو۔ جسے اپنی بیوی کو طلاق دینی بھی نہیں آتی۔ میں اس کو کیسے خلیفہ بنا دوں؟ لوگوں نے پھر اصرار کیا اور کہا حضرت! وہ قصہ آیا گیا ہوگیا۔ مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے انہوں نے ایسا کر لیا تھا۔ اس واقعہ کی وجہ سے خلافت کی اہلیت سے تو نہیں نکلے، بلکہ وہ اس کے اہل ہیں، آپ ان کو بنا دیں اس کے جواب میں جو جملہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے ارشاد فرمایا وہ یاد رکھنے کے قابل ہے فرمایا کہ بات اصل میں یہ ہے کہ خلافت کا پھندہ خطاب کی اولاد میں سے ایک ہی شخص کے گلے میں پڑ گیا تو کافی ہے۔ اب میں اپنے خاندان میں سے کسی اور

فرد کے گلے میں یہ پھندہ ڈالنا نہیں چاہتا۔اس لئے یہ امارت اور خلافت درحقیقت ذمہ داری کا بہت بڑا بوجھ ہے، اور آخرت میں جب اللہ تعالی کے سامنے جا کر حساب کتاب دوں۔تو اگر برابر سرابر بھی چھوٹ جاؤں تو بہت غنیمت سمجھوں گا۔ یہ ہے امیر کا تصور اور اس کے راعی ہونے کا تصور کہ اس نے امارت کے حق کو کیسے ادا کیا۔آگے فرمایا کہ:

مرد بیوی بچوں کا نگہبان ہے!

یعنی مرد اپنے گھر والوں کا راعی اور نگہبان ہے۔گھر والوں میں بیوی اور بچے جو اس کے ماتحت ہیں، جس فیملی کا وہ سربراہ ہے وہ سب آ گئے۔ ہر مرد سے اس کے بارے میں سوال ہوگا کہ اس کے گھرانے کو تمہارے زیر انتظام کیا گیا تھا، بیوی بچے تھے ان کے ساتھ تمہارا کس طرح معاملہ رہا؟ اور ان کی کیسی نگہبانی کی؟ ان کے حقوق کیسے ادا کئے؟ اور کیا تم نے اس بات کی نگہبانی کی کہ وہ دین پر چل رہے ہیں یا نہیں؟ کہیں وہ جہنم کی طرف تو نہیں جا رہے؟ یہ کام تم نے کیا یا نہیں اس کام کا خیال تمہارے دل میں آیا یا نہیں؟ قیامت کے روز مرد سے ان تمام چیزوں کے بارے میں سوال ہوگا جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا کہ﴿اے ایمان والوں اپنے آپ کو بھی آگ سے بچاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی آگ سے بچاؤ۔﴾

ایسا کرنا درست نہیں کہ خود تو آگ سے بچ کر بیٹھ گئے۔خود تو نماز بھی پڑھ رہے اور روزہ بھی رکھ رہے ہو، فرائض اور واجبات اور نوافل وتسبیحات سب ادا کر رہے ہو، اور دوسری طرف اولاد غلط راستے کی طرف جا رہی ہے۔اس کی کوئی فکر نہیں ہے۔اس کا کوئی خیال نہیں تو پھر یاد رکھو قیامت کے روز تم سوال سے بچ نہیں سکو گے تم سے بھی سوال ہوگا اور اس کا عذاب بھی ہوگا، کہ تم نے اپنا فریضہ کیوں انجام نہیں دیا تھا؟ اس لئے فرمایا کہ مرد اپنے گھر والوں کیلئے ''راعی ہے آگے فرمایا ''عورت'' شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگہبان ہے۔

اور عورت اپنے شوہر کے گھر پر اور اس کی اولاد پر نگہبان ہے۔گویا عورت کو دو چیزیں سپرد کی گئیں ہیں، ایک شوہر کا گھر دوسرا اس کی اولاد یعنی گھر کی حفاظت کرے۔گھر کا انتظام صحیح رکھے گھر کے معاملات کی دیکھ بھال صحیح کرے اور دوسرے اولاد کی دیکھ بھال صحیح کرے۔دنیاوی دیکھ بھال بھی اور دینی دیکھ بھال بھی یہ عورت کے فرائض میں داخل ہے، اور اس حدیث میں ہر ایک کے فرائض بیان کر دیئے گئے ہیں۔

خواتین حضرت فاطمہؓ کی سنت اختیار کریں!

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا جنت کی خواتین کی سردار، نکاح کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے گھر تشریف لے گئیں، تو حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہما نے آپس میں یہ بات طے کی کہ حضرت علیؓ گھر کے باہر کے کام کریں گے اور حضرت فاطمہؓ گھر کے اندر کے کام کریں گی۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا بڑی محنت سے گھر کے کام انجام دیتی تھیں اور بڑے شوق و ذوق سے کرتی تھیں اور اپنے شوہر کی خدمت کرتی تھیں۔ لیکن محنت کا کام بہت زیادہ ہوتا تھا۔ وہ زمانہ آج کل کے زمانے کی طرح تو تھا نہیں آج کل تو بجلی کا سوئچ آن کر دیا اور کھانا تیار ہو گیا۔ بلکہ کھانا تیار کرنے کیلئے چکی کے ذریعے آٹا پیستیں، تنور کے لئے لکڑیاں کاٹ کر لاتیں اور تنور سلگاتیں اور پھر روٹی پکاتیں ایک لمبا چوڑا عمل تھا۔ جس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا کو بڑی مشقت اٹھانی پڑتی تھی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا بڑے شوق و ذوق سے یہ مشقت اٹھاتی تھیں لیکن جب غزوہ خیبر کے موقع پر حضور اقدس ﷺ کے پاس بہت مال غنیمت آیا، اس مال غنیمت میں غلام اور باندیاں بھی تھیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے صحابہ اکرام میں ان کو تقسیم کرنا شروع کیا، تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا سے کسی نے کہا کہ آپ بھی جا کر حضور اقدس ﷺ کہہ دیں ایک کنیز اور ایک باندی آپ کو بھی دیدیں۔

چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے گھر میں حاضر ہوئیں، اور ان سے کہا کہ آپ حضور اقدس ﷺ سے کہیں کہ چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں گڑھے پڑھ گئے ہیں اور پانی کی مشک اٹھاتے اٹھاتے سینے پر نیل پڑ گئے ہیں۔ اس وقت چونکہ مال غنیمت میں اتنے سارے غلام اور باندیاں آئیں ہیں، کوئی غلام یا باندی اگر مجھے مل جائے تو میں اس مشقت سے نجات پالوں۔ یہ کہہ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا واپس اپنے گھر آ گئیں۔ جب حضور اقدس ﷺ اپنے گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ تشریف لائیں تھیں اور یہ فرما رہی تھیں، آخر باپ تھے اور جب ایک باپ کے سامنے چہیتی بیٹی یہ جملہ کہے کہ چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں گڑھے پڑ گئے ہیں، اور پانی کی مشک اٹھانے سے سینے پر نیل کے نشان آ گئے ہیں۔ آپ اندازہ لگائیں کہ اس وقت باپ کے جذبات کا کیا عالم ہو گا۔ لیکن حضور اقدس ﷺ نے ان کو اپنے گھر بلایا اور فرمایا کہ فاطمہ! تم نے مجھ سے باندی یا غلام کی درخواست کی ہے لیکن جب تک سارے اہل مدینہ کو غلام اور باندی میسر نہ آ جائیں، اس وقت تک میں محمد ﷺ کی بیٹی کو غلام اور باندی دینا پسند نہیں کرتا۔

خواتین کے لئے نسخہ کیمیا "تسبیح فاطمی"!

البتہ میں تمھیں ایک ایسا نسخہ بتاتا ہوں، جو تمہارے لئے غلام اور باندی سے بہتر ہو گا وہ نسخہ یہ ہے کہ جب تم رات کے وقت بستر پر لیٹنے

لگو تو اس وقت ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو، یہ تمہارے لئے غلام اور باندی سے زیادہ بہتر ہوگا بیٹی بھی سرکار دو عالم ﷺ کی بیٹی تھی پلٹ کر کچھ نہیں کہا، بلکہ جو کچھ حضور ﷺ نے فرمایا اسی پر مطمئن ہوگئیں، اور واپس تشریف لے گئیں۔ اسی وجہ سے اس تسبیح کو تسبیح فاطمی کہا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی بیٹی کو خواتین کیلئے ایک مثال بنا دیا کہ بیوی ایسی ہو قانونی اعتبار سے خواہ کچھ بھی حق ہو لیکن سنت یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کے گھر کی نگہبان ہے، اور نگہبان ہونے کی وجہ سے وہ اس کے کاموں کو اپنا سمجھ کر انجام دے رہی ہے۔

اولاد کی تربیت ماں کے ذمے ہے!

اور وہ عورت صرف گھر کی ذمہ دار نہیں ہے بلکہ اس کی اولاد کی بھی نگہبان ہے۔ اولاد کی پرورش اولاد کی خدمت اولاد کی تربیت اور ان کی تعلیم کی ذمہ داری حضور ﷺ نے عورت پر ڈالی ہے۔ اگر اولاد کی تربیت صحیح نہیں ہو رہی ہے، ان کے اندر اسلامی آداب نہیں آرہے ہیں، تو اس کے بارے میں پہلے عورت سے سوال ہوگا اور بعد میں مرد سے ہوگا۔ اس لئے کہ ان چیزوں کی پہلے ذمہ داری عورت کی ہے لہذا عورت سے سوال ہوگا۔ تمہاری گود میں پلنے والے بچوں میں دین وایمان کیوں پیدا نہیں ہوا؟ ان کے دلوں میں اسلامی آداب کیوں پیدا نہیں ہوئے؟ اس لئے حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ عورت سے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کے بارے میں سوال ہوگا۔ آگے پھر دوبارہ وہی جملہ دہرا دیا کہ تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور ہر شخص سے اس کی زیر رعایت چیزوں کے بارے میں سوال ہوگا۔ اللہ تعالی کی رحمت سے ہم سب ان فرائض کے سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

بیوی کے حقوق اوراس کی حیثیت

حقوق العباد کی اہمیت !

آیات قرآنیہ اوراحادیث کی روشنی میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ حقوق العباد کا بیان شروع فرمارہے ہیں یعنی اللہ تعالی نے اوراس کے پیغمبر نبی اکرم ﷺ نے بندوں کے جو حقوق ضروری قرار دیئے ہیں اور جن کے تحفظ کا حکم دیا ہے ۔ان کا بیان یہاں سے شروع فرمارہے ہیں ۔جیسا کہ میں پہلے بھی بار بار عرض کر چکا ہوں کہ ''حقوق العباد'' دین کا بہت اہم شعبہ ہے اور یہ اتنا اہم شعبہ ہے کہ ''حقوق اللہ'' تو توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں ،یعنی اگر خدانخواستہ حقوق اللہ سے متعلق کوئی کوتاہی سرزد ہو جائے (خدا نہ کرے) تو اس کا علاج بہت آسان ہے کہ انسان کو جب کبھی اس پر ندامت پیدا ہو تو توبہ استغفار کر لینے سے معاف ہو جاتے ہیں ،لیکن بندوں کے حقوق ایسے ہیں کہ اگر ان میں کوتاہی ہو جائے تو اگر اس پر کبھی ندامت ہو اوراس پر توبہ استغفار کرے تب بھی وہ گناہ معاف نہیں ہوتے جب تک کے حقدار کو اس کا حق نہ پہنچایا جائے ،یا جب تک صاحب حق اس کو معاف نہ کردے ،اسلئے کہ حقوق العباد کا معاملہ بڑا سنگین ہے ۔

حقوق العباد سے غفلت !

حقوق العباد کا معاملہ جتنا سنگین ہمارے معاشرے میں اس سے غفلت اتنی ہی عام ہے ۔ہم لوگوں نے چند عبادات کا نام دین رکھ لیا ہے یعنی نماز ،روزہ ،حج ،زکوۃ ،ذکر ،تلاوت ،تسبیح وغیرہ ان چیزوں کو تو ہم دین سمجھتے ہیں لیکن حقوق العباد کو ہم نے دین سے خارج کیا ہوا ہے ،اوراسی طرح معاشرتی حقوق کو بھی دین سے خارج کر رکھا ہے ۔اس میں اگر کوئی شخص کوتاہی یا غلطی کرتا ہے تو اس کو اس کی سنگینی کا احساس بھی نہیں ہوتا ۔

غیبت حقوق العباد میں داخل ہے !

اسکی سادہ سی مثال یہ ہے کہ (خدا نہ کرے) کوئی مسلمان شراب نوشی کی لت میں مبتلا ہو ۔تو ہر وہ مسلمان ؛ ذرہ سا بھی دین سے لگاؤ ہے وہ اس کو برا سمجھے گا ،اور خود وہ شخص بھی اپنے فعل پر نادم ہو گا کہ میں یہ گناہ کا کام کر رہا ہوں ،لیکن ایک دوسرا شخص ہے جو لوگوں کی غیبت کرتا ہے ۔اس غیبت کرنے والے کو معاشرے میں شراب پینے والے کے برابر برُا نہیں سمجھا جاتا ،اور نہ خود غیبت کرنے والا اپنے کو گناہ گار اور مجرم خیال کرتا ہے ۔حالانکہ گناہ کے اعتبار سے شراب پینا جتنا بڑا گناہ ہے ،غیبت کرنا بھی اتنا ہی بڑا گناہ ہے ، بلکہ غیبت اس لحاظ سے شراب پینے سے زیادہ سنگین ہے کہ اس کا تعلق حقوق العباد سے ہے ،اوراس لحاظ سے بھی زیادہ سنگین ہے کہ قرآن

کریم میں اللہ تعالی نے اس کی ایسی مثال دی ہے کہ دوسرے گناہوں کی ایسی مثال نہیں دی۔ چنانچہ فرمایا کہ غیبت کرنے والا ایسا ہے جیسا مردہ بھائی کا گوشت کھانے والا، لیکن اتنی سنگینی کے باوجود یہ گناہ معاشرے میں عام ہوگیا ہے شاید ہی کوئی مجلس اس گناہ سے خالی ہو اور پھر اس کو برُا بھی نہیں سمجھا جاتا گویا کہ دین کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

احسان ہر وقت مطلوب ہے!

میرے شیخ ڈاکٹر عبدالحئی صاحب قدس اللہ سرہ اللہ تعالی ان کے درجات بلند کرے (آمین)۔ایک دن فرمانے لگے کہ ایک صاحب میرے پاس آئے اور آکر بڑے فخر یہ انداز میں خوشی کے ساتھ کہنے لگے کہ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے ''احسان'' کا درجہ حاصل ہوگیا ہے ''احسان'' ایک بڑا درجہ ہے جس کے بارے میں حدیث میں آتا ہے کہ یعنی ''اللہ تعالی کی عبادت اس طرح کرو جیسے کہ اللہ تعالی دیکھ رہا ہے اور اگر یہ نہ ہوسکے تو کم ازکم اس خیال کے ساتھ عبادت کرو کہ اللہ تعالی تجھے دیکھ رہے ہیں اس کو درجہ ''احسان'' کہا جاتا ہے''۔

ان صاحب نے حضرت والا سے کہا کہ مجھے ''احسان'' کا درجہ حاصل ہوگیا ہے، حضرت ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو مبارکباد دی کہ اللہ تعالی مبارک فرمائے، یہ تو بہت بڑی نعمت ہے، البتہ میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو یہ ''احسان'' کا درجہ صرف نماز میں حاصل ہوتا ہے، اور جب بیوی بچوں کے ساتھ معاملات کرتے وقت بھی آپ کو یہ خیال آتا ہے کہ اللہ تعالی مجھے دیکھ رہے ہیں؟ یا یہ خیال اس وقت نہیں آتا؟ وہ صاحب جواب میں فرمانے لگے کہ حدیث میں تو یہ آیا ہے کہ جب عبادت کرے تو اس طرح عبادت کرے گویا کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے یا اللہ تعالی اس کو دیکھ رہے ہیں وہ تو صرف عبادت میں ہے ہم تو یہ سمجھتے تھے کہ ''احسان'' کا تعلق صرف نماز سے ہے، دوسری چیزوں کے ساتھ احسان کا کوئی تعلق نہیں۔

حضرت ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میں نے اسی لئے آپ سے یہ سوال کیا تھا، اس لئے کہ آج کل عام طور پر غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ ''احسان'' صرف نماز ہی میں مطلوب ہے یا ذکر وتلاوت ہی میں مطلوب ہے، حالانکہ احسان ہر وقت مطلوب ہے زندگی کے ہر مرحلے وشعبے میں مطلوب ہے، دکان پر بیٹھ کر تجارت کررہے ہو وہاں پر ''احسان'' مطلوب ہے۔یعنی دل میں یہ استحضار ہونا چاہئے کہ اللہ تعالی مجھے دیکھ رہے ہیں جب اپنے ماتحتوں کے ساتھ معاملات کررہے ہو اس وقت بھی ''احسان'' مطلوب ہے۔ جب بیوی بچوں اور دوست احباب اور پڑوسیوں سے معاملات کررہے ہو۔اس وقت بھی یہ استحضار ہونا چاہئے کہ اللہ تعالی مجھے دیکھ رہے ہیں حقیقت میں

''احسان'' کا مرتبہ یہ ہے کہ صرف نماز تک محدود نہیں ہے۔

وہ خاتون جہنم میں جائیگی!

خوب سمجھ لیں کے نبی اکرم ﷺ کی تعلیم ہمارے زندگی کے ہر شعبے کے ساتھ ہے اسی واسطے روایت میں آتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ سے ایک خاتون کے بارے میں پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ایک خاتون ہے جو دن رات عبادت میں لگی رہتی ہے، نفل نماز اور ذکر وتلاوت بہت کرتی ہے اور ہر وقت اسی میں مشغول رہتی ہے اس خاتون کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے کہ اس کا انجام کیسا ہوگا ؟ تو آپ نے اُن صحابہ سے پوچھا کہ وہ خاتون پڑوسیوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتی ہے؟ تو صحابہ کرامؓ نے جواب دیا کہ پڑوسیوں کے ساتھ اُسکا سلوک اچھا نہیں ہے۔ پڑوس کی خواتین تو اُس سے خوش نہیں ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ خاتون جہنم میں جائیگی۔
(الادب المفرد للبخاری ص ۴۸ رقم ۹۱۱ باب لا یجزی جارۃ)

وہ خاتون جنت میں جائینگی!

پھر ایک ایسی خاتون کے بارے میں آپ سے پوچھا گیا کہ جو نفلی عبادت تو زیادہ نہیں کرتی تھی صرف فرائض اور واجبات پر اکتفاء کرتی تھی اور زیادہ سے زیادہ سنت موکدہ ادا کرلیتی بس اس سے زیادہ نوافل ذکر وتلاوت نہیں کرتی تھی مگر پڑوسیوں اور دوسروں کے ساتھ اس کے معاملات اچھے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ خاتون جنت میں جائیگی۔ (حوالہٗ بالا)

مفلس کون!

ان احادیث میں آنحضرت ﷺ نے یہ بات واضح فرمادی کہ اگر کوئی شخص نفلی عبادت کرے تو یہ بڑی اچھی بات ہے اور اگر نفلی عبادت نہ کرے تو آخرت میں سوال نہیں ہوگا کہ تو نے فلاں نفلی عبادت کیوں نہ کی اس لئے کہ نفل کا مطلب ہی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کرے تو ثواب ملے گا اور اگر نہ کرے کوئی گناہ بھی نہیں ہوگا لیکن حقوق العباد وہ چیز ہے کہ اس کے بارے میں قیامت کے روز سوال ہوگا اور اس پر جنت اور جہنم کا فیصلہ موقوف ہے چنانچہ ایک حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے روز بڑی مقدار میں نماز روزے لے کر آئیگا لیکن دنیا میں کسی کا حق ماردیا کسی کو بُرا کہہ دیا کسی کی دل آزاری کردی تھی اور کسی کا دل دکھایا تھا۔

اب اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ اعمال لیکر آیا تھا وہ سارے کے سارے دوسروں کو دیدیئے اور دوسروں کے گناہ اس پر ڈال دیئے گئے

اس لئے حقوق العباد کا باب شریعت کا بہت اہم باب ہے۔(ترمذی باب ماجاء فی شان الحساب والقصاص۔۔۔۔۲۵۳۳)

حقوق العباد تین چوتھائی دین ہے!

اور یہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ''اسلامی فقہ''جس میں شریعت کے احکام بیان کئے جاتے ہیں۔اس کو اگر چار برابر حصوں میں تقسیم کیا جائے تو اس کا ایک حصہ عبادات کے بیان پر مشتمل ہے اور بقیہ تین حصے حقوق العباد کے بیان میں ہے یعنی معاملات اور معاشرت کو بیان کیا گیا ہے آپ نے''ھدایہ''کا نام سنا ہوگا جو فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہے یہ چار جلدوں پر مشتمل ہے اس کی پہلی جلد میں عبادات کا ذکر ہے جس میں طہارت،نماز،روزہ،زکوۃ اور حج کے احکام بیان کئے گئے ہیں باقی تین جلدیں معاملات معاشرت اور حقوق العباد سے متعلق ہیں اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حقوق العباد تین چوتھائی دین ہے اس لئے یہ بڑا اہم باب شروع ہو رہا ہے۔اللہ تعالی اپنی رحمت سے اس کو عمل کے جذبے سے پڑھنے اور سننے کی توفیق عطا فرمائے اور حقوق العباد کی اپنی رضا اور خوشنودی کے مطابق ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

اسلام سے پہلے عورت کی حالت!

علامہ نووی رحمہ اللہ نے پہلا باب یہ قائم فرمایا''باب الوصیۃ بالنساء''یعنی ان نصیحتوں کے بارے میں جو حضور اکرم ﷺ نے عورتوں کے حقوق سے متعلق بیان فرمائی ہیں اور سب سے پہلے یہ باب اس لئے قائم فرمایا کہ سب سے زیادہ بے اعتدالیاں اور سب سے زیادہ کوتاہیاں اس حق میں ہوتی ہیں جب تک اسلام نہیں آیا تھا اور جب تک نبی کریم ﷺ کی تعلیمات نہیں آئی تھیں اس وقت تک عورت کو ایسی مخلوق سمجھا جاتا تھا جو معاذ اللہ گویا انسانیت سے خارج ہے،اور اس کے ساتھ بھیڑ بکریوں جیسا سلوک کیا جاتا تھا اس کو انسانیت کے حقوق دینے سے لوگ انکار کرتے تھے کسی بھی معاملے میں اس کے حقوق کی پرواہ نہیں کی جاتی تھی اور یہ سمجھا جاتا تھا جیسے کسی نے اپنے گھر میں بھیڑ بکری پالی بالکل اسی طریقے سے اپنے گھر میں ایک عورت کو لا کر بٹھا دیا سلوک کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔

خواتین کے ساتھ حسن سلوک!

حضور اقدس ﷺ نے پہلی بار اس دنیا کو جو آسمانی ہدایت سے بے خبر تھی۔خواتین کے حقوق کا احساس دلایا کہ خواتین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔علامہ نووی رحمہ اللہ نے سب سے پہلے قرآن کریم کی ایک آیت نقل فرمائی ہے جو اس باب میں جامع ترین آیت ہے اس

میں تمام مسلمانوں سے خطاب ہے کہ تم خواتین کے ساتھ ''معروف''یعنی نیکی کے ساتھ اچھا سلوک کر کے زندگی گزارو ان کے ساتھ اچھی معاشرت برتو انکو تکلیف نہ پہنچاؤ۔

یہ عام ہدایت ہے۔ یہ آیت گویا اس باب کا متن اور عنوان ہے اور حضور اقدس ﷺ نے اس آیت کی تشریح اپنے اقوال اور افعال سے فرمائی، اور حضور اقدس ﷺ کو خواتین کے ساتھ حسن سلوک کا اس درجے اہتمام تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم میں سے سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی خواتین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں اور میں تم میں اپنی خواتین کے ساتھ بہترین برتاؤ کرنے والا ہوں''۔(ترمذی باب ماجاء فی حق المراۃ علی زوجہ حدیث نمبر ۱۱۷۲)

آنحضرت ﷺ کو خواتین کے حقوق کی نگہداشت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا اتنا اہتمام تھا کہ بے شمار احادیث میں اس کی تشریح فرمائی چنانچہ سب سے پہلی حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''میں تم کو عورتوں کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں تم میری اس نصیحت کو قبول کرلو''۔

قرآن کریم صرف اصول بیان کرتا ہے آگے بڑھنے سے پہلے یہاں ایک بات عرض کردوں کہ قرآن کریم میں آپ یہ دیکھیں گے عام طور پر قرآن کریم موٹے موٹے اصول بیان کردیتا ہے تفصیلات اور جزئیات میں نہیں جاتا انہیں بیان نہیں کرتا یہاں تک کہ نماز جیسا اہم رکن جو دین کا ستون ہے، جس کے بارے میں قرآن کریم میں تہتر ۷۳ مقامات پر حکم کیا کہ نماز قائم کرو۔لیکن نماز کیسے نماز پڑھی جاتی ہے؟ اس کا طریقہ کیا ہوتا ہے؟ اس کی رکعتیں کتنی ہوتی ہیں؟ اور کن چیزوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے؟ اور کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتی؟ یہ تفصیلات قرآن نے بیان نہیں کیں یہ حضور اقدس ﷺ کی تعلیمات پر چھوڑ دیں۔

یہ آپ ﷺ نے اپنی سنت سے بیان فرمائیں، اس طرح زکوۃ کا حکم بھی قرآن کریم میں کم وبیش اتنی ہی مرتبہ آیا ہے لیکن زکوۃ کا نصاب کیا ہوتا ہے؟ کس پر فرض ہوتی ہے کتنی فرض ہوتی ہے؟ کن کن چیزوں پر فرض ہوتی ہے یہ تفصیلات قرآن کریم نے بیان نہیں کیں۔ بلکہ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات پر چھوڑ دیں، معلوم ہوا کہ قرآن کریم عام طور پر اصول بیان کرتا ہے، تفصیلی جزئیات میں نہیں جاتا۔

گھریلو زندگی، پورے تمدّن کی بنیاد ہے!

لیکن مرد اور عورت کے تعلقات، خاندانی تعلقات ایسی چیز ہیں کہ قرآن کریم نے اس کے نازک جزوی مسائل بھی صراحت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔ایک ایک چیز کو کھول کر بیان کردیا ہے، اور پھر بعد میں نبی کریم ﷺ نے اس کی تشریح فرمائی۔

اس کی کیا وجہ ہے؟ وجہ اس کی یہ ہے کہ مرد اور عورت کے جو تعلقات ہیں اور انسان کی جو گھریلو زندگی ہے یہ پورے تمدن کی بنیاد ہوتی ہے۔اور اس پر پورے تہذیب وتمدن کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔اگر مرد وعورت کے تعلقات استوار ہیں خوشگوار ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے حقوق ادا کررہے ہیں تو اس سے گھر کا نظام درست ہوتا ہے اور گھر کا نظام درست ہونے سے اولاد درست ہوتی ہے اور اولاد درست ہونے سے معاشرہ سنورتا ہے اور اس پر پورے معاشرے کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔

لیکن اگر گھر کا نظام خراب ہو، اور میاں بیوی کے درمیان رات دن تُو تُو میں میں ہوتی ہے۔تو اس سے اولاد پر بُرا اَثر پڑے گا۔اور اس کے نتیجے میں جو قوم تیار ہوگی اُس کے بارے میں آپ تصور کرسکتے ہیں کہ کسی شائستہ قوم کے افراد بن سکتے ہیں یا نہیں۔اس واسطے اس کو ''عائلی احکام'' یعنی گھرداری کے احکام کہا جاتا ہے۔اس لئے قرآن کریم نے ان تعلقات کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بھی بیان فرمایا ہے۔

عورت کی پیدائش ٹیڑھی پسلی سے ہونے کا مطلب!

اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے بہت اچھی تشبیہ بیان فرمائی ہے، اور یہ اتنی عجیب وغریب اور حکیمانہ تشبیہ ہے کہ ایسی تشبیہ ملنا مشکل ہے۔فرمایا کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے بعض لوگوں نے اس کی تشریح یہ کی ہے کہ اللہ تعالی نے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اس کے بعد حضرت حوا علیہ السلام کو اُنہی کی پسلی سے پیدا کیا گیا۔

اور بعض علماء نے اس کی دوسری تشریح یہ بھی کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ عورت کی تشبیہ دیتے ہوئے فرما رہے ہیں۔عورت کی مثال پسلی کی سی ہے، کہ جس طرح پسلی دیکھنے میں ٹیڑھی معلوم ہوتی ہے، لیکن پسلی کا حسن اور اس کی صحت اس کے ٹیڑھا ہونے میں ہی ہے، چنانچہ کوئی شخص اگر یہ چاہے کہ پسلی ٹیڑھی ہے، اس کو سیدھا کردوں تو جب اسے سیدھا کرنا چاہے گا تو وہ سیدھی تو نہیں ہوگی البتہ ٹوٹ جائیگی وہ پھر پسلی نہیں رہے گی۔اب دوبارہ پھر اس کو ٹیڑھا کر کے پلستر کے ذریعے جوڑنا پڑے گا۔

اس طرح حدیث شریف میں عورت کے بارے میں بھی یہی فرمایا ہے: ''اگر تم اسی پسلی کو سیدھا کرنا چاہو گے تو وہ پسلی ٹوٹ جائیگی اور اگر اس سے فائدہ اٹھانا چاہو تو اس کے ٹیڑھے ہونے کے باوجود فائدہ اٹھاؤ گے''۔ یہ بڑی عجیب وغریب اور حکیمانہ تشبیہ حضور اقدس ﷺ نے بیان فرمائی، کہ اس کی صحت ہی اس کے ٹیڑھے ہونے میں ہے اگر وہ سیدھی ہوگی تو وہ بیمار ہے صحیح نہیں ہے۔

یہ عورت کی مذمت کی بات نہیں ہے بعض لوگ اس تشبیہ کو عورت کی مذمت میں استعمال کرتے ہیں کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے، لہذا اس کی اصل ٹیڑھی ہے۔ چنانچہ میرے پاس بہت سے لوگوں کے خطوط آتے ہیں جس میں کئی لوگ یہ لکھتے کہ یہ عورت ٹیڑھی پسلی کی مخلوق ہے۔ گویا کہ اس کو مذمت اور برائی کے طور پر استعمال کرتے ہیں، حالانکہ خود نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد پر منشا یہ نہیں ہے۔

عورت کا ٹیڑھا پن ایک فطری تقاضا ہے!

بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے مرد کو کچھ اور اَوصاف دے کر پیدا فرمایا ہے، اور عورت کو کچھ اور اَوصاف دے کر پیدا فرمایا ہے، دونوں کی فطرت اور سرشت میں فرق ہے۔ سرشت میں فرق ہونے کی وجہ سے مرد عورت کے بارے میں یہ محسوس کرتا ہے کے یہ میری طبعیت اور فطرت کے خلاف ہے، حالانکہ عورت کا تمہاری طبعیت کے خلاف ہونا یہ کوئی عیب نہیں، کیونکہ یہ ان کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ ٹیڑھی ہو۔ کوئی شخص پسلی کے بارے میں یہ کہے کہ پسلی کے اندر جو ٹیڑھا پن وہ اس کے اندر عیب ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ عیب نہیں، بلکہ اس کی فطرت کا تقاضا ہے کہ ٹیڑھی ہو، اس لئے آنحضرت ﷺ یہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر تمہیں عورت میں کوئی ایسی بات نظر آتی ہے جو تمہاری طبیعت کے خلاف ہو، اور اس کی وجہ سے تم اس کو ٹیڑھا سمجھ رہے ہو تو اس کو اس بناء پر کنڈم نہ کرو، بلکہ یہ سمجھو کہ اس کی فطرت کا مقتضا یہ ہے، اور اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو وہ ٹوٹ جائے گی اور اگر فائدہ اٹھانا چاہو گے تو ٹیڑھا ہونے کی حالت میں بھی فائدہ اٹھا سکو گے۔

''غفلت'' عورت کیلئے حسن ہے!

آج الٹا زمانہ آ گیا ہے، اس واسطے قدریں بدل گئی ہیں، خیالات بدل گئے، ورنہ بات یہ ہیکہ جو چیز مرد کے حق میں عیب ہے بسا اوقات وہ عورت کے حق میں حسن اور اچھائی ہوتی ہے اگر ہم قرآن کریم کو غور سے پڑھیں تو قرآن کریم میں یہ بات نظر آ جاتی ہے کہ جو چیز مرد کے حق میں عیب تھی، وہی چیز عورت کے بارے میں حسن قرار دی گئی۔ اور اس کو نیکی اور اچھائی کی بات کہا گیا ہے۔ مثلا

مرد کے حق میں یہ بات عیب ہے کہ وہ جاہل اور غافل ہو۔

اور دنیا کی اس کو خبر نہ ہو اس لئے کے مرد پر اللہ تعالی نے دنیا کے کاموں کی ذمہ داری رکھی ہے، اس لئے اسکے پاس علم بھی ہونا چاہیے اور اس کو باخبر بھی ہونا چاہیۓ، اگر باخبر نہیں ہے، بلکہ غافل ہے، اور غفلت میں نکلا تو یہ مرد کے حق میں عیب ہے لیکن قرآن کریم نے غفلت کو عورت کے حق میں حسن قرار دیا چنانچہ سورہ نور میں فرمایا: ''یعنی وہ لوگ جو ایسی عورتوں پر تہمتیں لگاتے ہیں جو پاک دامن ہیں اور غافل ہیں، یعنی دنیا سے بے خبر ہیں'' تو دنیا سے بے خبری کو ایک حسن کی صفت کے طور پر قرآن کریم نے بیان فرمایا۔

معلوم ہوا کہ عورت اگر دنیا کے کاموں سے بے خبر ہو۔ اور اپنے فرائض کی حق تک واقف ہو اور دنیا کے معاملات اتنے نہ جانتی ہو تو وہ عورت کے حق میں عیب نہیں بلکہ وہ صفت حسن ہے، جس کو قرآن کریم صفت حسن کے طور پر ذکر فرمایا ہے۔

زبردستی سیدھا کرنے کی کوشش نہ کرو!

لہذا جو چیز مرد کے حق میں عیب تھی، وہ عورت کے حق میں عیب نہیں اور جو چیز مرد کے حق میں عیب نہیں تھی بعض اوقات وہ عورت کے حق عیب ہوتی ہے۔ اسلئے اگر تمہیں ان کے اندر کوئی ایسی چیز نظر آئے جو تمہارے لئے تو عیب ہے لیکن عورت کے لئے عیب نہیں تو اس کی وجہ سے عورت کے ساتھ برتاؤ میں خرابی نہ کرو اس لئے کہ پسلی ہونے کا تقاضا ہی یہ ہے کہ وہ اپنی فطرت کے اعتبار سے تمہاری طبیعت سے مختلف ہو تو اب اس کو زبردستی سیدھا کرنے کی کوشش نہ کرو۔

سارے جھگڑوں کی جڑ!

یہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے۔ اور آپ سے زیادہ مرد و عورت کی نفسیات سے کون واقف ہوسکتا ہے، اسلئے حضور اقدس ﷺ نے سارے جھگڑوں کی جڑ پکڑ لی کے سارے جھگڑے صرف اس بناء پر ہوتے ہیں کہ مرد یہ چاہتا ہے کہ جیسا میں خود ہوں، یہ بھی ویسی بن جائے، تو بھائی! جو چیزیں اس کے حق میں اس کے حالات کے لحاظ اس کی فطرت اور سرشت کے لحاظ سے اس کے لئے عیب ہیں، ان کی اصلاح کی فکر کرو، اور انکی اصلاح کی فکر بھی مرد کی ذمہ داری ہے۔ لیکن اگر تم یہ چاہو کہ وہ تمہارے مزاج اور طبیعت کے موافق ہو جائے، یہ نہیں ہوسکتا۔

اس کی کوئی عادت پسندیدہ بھی ہوگی !

اِس باب کی دوسری حدیث بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے ۔اُس حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ایک عجیب و غریب اصول بیان فرمایا کہ'' کوئی مومن مرد کسی مومن عورت سے بالکل یہ بغض نہ رکھے'' ،یعنی یہ نہ کرے اس کو بالکلیہ کنڈم قرار دیدے،اور یہ کہے کہ اس میں تو کوئی اچھائی نہیں ۔اگر اس کی کوئی بات ناپسند ہے تو اس کی دوسری کوئی بات پسند بھی ہوگی ۔

پہلا اصول نبی کریم ﷺ نے یہ بتا دیا کہ جب دو انسان ایک ساتھ رہتے ہیں تو کوئی بات دوسرے کی اچھی لگتی ہے،اور کوئی بری لگتی ۔اگر کوئی بات بُری لگ رہی ہے تو اس کی وجہ سے اس کو علی الاطلاق بُرا نہ سمجھو، بلکہ اس وقت اسکے اچھے اَوصاف کا اِستحضار کرو، اسکے اندر آخر کوئی اچھائی بھی تو ہوگی بس اس اچھائی کا اِستحضار کر کے اللہ تعالی کا شکر ادا کرو کہ یہ اچھائی تو اس کے اندر ہے ۔اگر یہ عمل کرو گے تو ہوسکتا ہے کہ اسکے اندر جو برائیاں ہیں تمہارے دل کے اندر اس کی اتنی زیادہ اہمیت باقی نہ رہے ۔اصل بات یہ ہے کہ آدمی ناشکرا ہے اگر دو تین باتیں ناپسند اور بری لگیں ،بس !انہیں تو لیکر بیٹھ گیا کہ اس میں تو یہ خرابی ہے ۔اس میں تو وہ خرابی ہے ۔اب اچھائی کی طرف دھیان نہیں ۔اس لئے ہر وقت روتا رہتا ہے ۔اور ہر وقت اس کی برائیاں کرتا رہتا ہے ۔اور اس کے نتیجے میں اس کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے ۔

ہر چیز خیر وشر سے مخلوط ہے !

دنیا کے اندر کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس کے اندر برائی نہ ہو اور اس میں کوئی نہ کوئی اچھائی نہ ہو ۔اللہ تعالی نے یہ دنیا بنائی ہے اس میں ہر چیز کے اندر خیر اور شر مخلوط ہے ۔کوئی چیز اس کائنات میں خیر مطلق نہیں اور کوئی شر مطلق نہیں اس میں خیر وشر ملے جلے ہوتے ہیں ،کوئی کافر یا مشرک یا کوئی بُرا انسان ہے، اگر اس کے اندر بھی اچھائی تلاش کرو گے تو کوئی نہ کوئی اچھائی ضرور مل جائے گی ۔

انگریزی کی ایک کہاوت !

انگریزی کی ایک کہاوت ہے ۔اور ہمارے حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ'' حکمت کی بات مومن کی گمشدہ متاع ہے ۔ جہاں وہ اس کو پائے ۔اُسے لے لے ۔'' لہذا انگریزی کی کہاوت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ضرور غلط ہی ہو ۔بات بڑی حکیمانہ ہے ،کسی نے کہا کہ وہ'' گھنٹا یا گھڑی جو بند ہوگئی ہو ۔وہ بھی دن میں دوبار سچ بولتی ہے ۔'' مثلا فرض کرو کے بارہ بج کر پانچ منٹ پر گھڑی بند ہوگئی ،اب ظاہر ہے کہ ہر وقت تو وہ صحیح ٹائم نہیں بتائیگی ۔ بلکہ غلط بتائے گی ۔لیکن دن میں دو مرتبہ ضرور صحیح ٹائم بتائے گی ۔ایک دن

میں بارہ بج کر پانچ منٹ پر،اورایک رات بارہ بج کر پانچ منٹ پر،تو دومرتبہ وہ ضرور سچ بولے گی۔

اچھائی تلاش کروگےتو مل جائے گی کہاوت کہنے والے کا مقصد یہ ہے کہ چاہے کتنی بھی بے کاراور بُری چیز ہو۔لیکن اس میں اچھائی تلاش کروگےتو مل ہی جائے گی۔اسی طرح دنیا کے اندرکوئی چیز ایسی نہیں ہے جسکے اندرکوئی نہ کوئی اچھائی نہ ہو۔

کوئی برانہیں قدرت کے کارخانے میں!

ہمارے والدحضرت مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ اقبال مرحوم کا ایک شعر بہت پڑھا کرتے تھے۔ نہیں ہے چیزنکمّی کوئی زمانے میں کوئی بُرانہیں قدرت کے کارخانے میں مطلب یہ ہے کہ جو چیز بھی اللہ تعالی نے پیدا کی ہے۔اپنی حکمت اورمشیت سے پیدا فرمائی ہے۔اگرغورکروگےتو ہرایک کے اندرحکمت اورمصلحت نظرآئیگی۔لیکن ہوتا یہ ہے کہ آدمی صرف برائیوں کو دیکھتا رہتا ہےاچھائیوں کی طرف نگاہ نہیں کرتا۔اس وجہ سے وہ بددل ہوکرظلم اورناانصافی کاارتکاب کرتا ہے۔

عورت کے اچھے وصف کی طرف نگاہ کرو!

چنانچہ اللہ تعالی نے فرمادیا کہ:''اگرتمہیں وہ عورتیں پسندنہیں ہیں جوتمہاری نکاح میں آگئیں تواگر چہ وہ تمہیں ناپسند ہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالی نے ان میں بہت خیر رکھی ہو''۔اس لئے حکم یہ ہیکہ عورت کے اچھے وصف کی طرف نگاہ کرواس سےتمہارے دل کوتسلی بھی ہوگی اور بدسلوکی کے راستے بھی بند ہوں گے۔

ایک بزرگ کاسبق آموز واقعہ!

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالی نے ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ کی بیوی بہت لڑنے جھگڑنے والی تھی۔ ہروقت لڑتی رہتی تھی جب گھرمیں داخل ہوتے تو لعنت ملامت لڑائی جھگڑا شروع ہوجاتا۔کسی صاحب نے ان بزرگ سے کہا کہ دن رات کی جھک جھک اورلڑائی آپ نے کیوں پالی ہوئی ہے؟ یہ قصہ ختم کردیجئے اورطلاق دیدیجے۔تو ان بزرگ نے جواب دیا کے بھائی! طلاق دینا تو آسان ہے،جب چاہوں گا،دیدوں گا،بات دراصل یہ ہے کہ اس عورت میں اورتو بہت سی خرابیاں نظرآتی ہیں۔

لیکن اس کے اندر ایک وصف ایسا ہے۔جس کی وجہ سے میں ان کو نہیں چھوڑوں گا۔اور کبھی طلاق نہیں دوں گا۔اور وہ یہ ہیکہ اللہ تعالی نے اسکے اندر وفا داری کا ایسا وصف رکھا ہے کہ اگر بالفرض میں گرفتار ہو جاؤں اور پچاس سال تک جیل میں بند رہوں تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کو جس کونے میں بٹھا کر جاؤں گا اسی کونے میں بیٹھی رہیگی۔اور کسی اور کی طرف نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھے گی۔اور یہ وفا داری ایسا وصف ہے کہ اسکی کوئی قیمت نہیں ہوسکتی۔

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ اور نازک مزاجی!

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کا نام سنا ہوگا۔بڑے ولی اللہ گزرے ہیں اور ایسے نفیس مزاج اور نازک مزاج بزرگ تھے کہ اگر کسی صراحی کے اوپر گلاس ٹیڑھا رکھ دیا تو اس کو ٹیڑھا دیکھ کر سر میں درد ہو جاتا تھا۔ایسے نازک مزاج آدمی تھے۔ذرا بستر پر شکنیں آجائیں تو سر میں درد ہو جاتا تھا۔لیکن ان کو بیوی جو ملی وہ بڑی بدسلیقہ،بدمزاج،زبان کی پھوہڑ،ہر وقت کچھ نہ کچھ بولتی رہتی تھیں۔اللہ تعالی اپنے نیک بندوں کو عجیب عجیب طریقوں سے آزماتے ہیں اور انکے درجات بلند فرماتے ہیں یہ اللہ تعالی کی طرف سے ایک آزمائش تھی لیکن انہوں نے ساری عمر ان کے ساتھ نبھایا۔اور فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالی میرے گناہوں کو شاید اس طرح معاف فرما دیں۔

ہمارے معاشرے کی خواتین دنیا کی حوریں ہیں!

ہماری حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے ہندوستان پاکستان کے معاشرے کی خواتین دنیا کی حوریں ہیں۔اور اسکی وجہ سے یہ بیان فرماتے کہ ان کے اندر وفا داری کا وصف ہے جب سے مغربی تہذیب وتمدن کا وبال آیا ہے اس وقت سے رفتہ رفتہ یہ وصف بھی ختم ہوتا جا رہا ہے لیکن اللہ تعالی ان کے اندر وفا داری کا ایسا وصف رکھا ہے کہ چاہے کچھ ہو جائے لیکن یہ اپنے شوہر پر جان نثار کرنے کیلئے تیار ہے اور اس کی نگاہ شوہر کے علاوہ کسی اور پر نہیں پڑتی۔

بہرحال ان بزرگ نے حقیقت میں اسی حدیث پر عمل کر کے دکھلایا کہ اگر ایک بات ناپسند ہے اس عورت کی،تو دوسری بات پسند بھی ہوگی اس کی طرف دھیان اور خیال کرو،اور اس کے نتیجے میں اس کے ساتھ حسن سلوک کرو،ساری خرابی یہاں سے شروع ہوتی ہے کہ برائیوں کی طرف نگاہ ہوتی ہے،اچھائیوں کی طرف نگاہ نہیں ہوتی۔

بیوی کو مارنا بداخلاقی ہے!

اس باب کی تیسری حدیث ہے۔ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور اس خطبے میں بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں لیکن اس خطبے میں اس باب سے متعلق جو باتیں ارشاد فرمائیں وہ یہ کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "یہ بُری بات ہے کہ تم میں سے ایک شخص اپنی بیوی کو اسطرح مارتا ہے جیسے آقا اپنے غلام کو مارتا ہے۔اور دوسری طرف اسی سے اپنے جنسی خواہش بھی پوری کرتا ہے" یہ کتنی بداخلاقی اور بے غیرتی کی بات ہے کہ آدمی اپنی بیوی کو اس طرح مارے جس طرح غلام کو مارا جاتا ہے۔

بیوی کی اصلاح کے تین درجات!

جیسا کہ میں نے عرض کیا، قرآن کریم نے میاں بیوی کے تعلقات کی چھوٹی چھوٹی جزئیات اور مسائل کا حکم بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے میاں بیوی کے درمیان چپقلش کا پہلا درجہ یہاں سے شروع ہوتا ہے کہ شوہر کو بیوی کی کوئی بات ناپسند ہوگئی اس کا حل قرآن کریم نے یہ بتادیا کہ جب ایک بات تمہیں ناپسند ہوگئی تو تم یہ دیکھو کہ دوسری بات اس کے اندر پسندیدہ ہوگی اور پھر بھی اگر شوہر یہ سمجھتا ہے کہ اس کے اندر بعض باتیں ایسی ہیں جو قابل برداشت نہیں ہیں بلکہ اصلاح کے لائق ہیں اور ظاہر ہے مرد کو اس بات کا بھی مکلّف بنایا گیا ہے کہ اگر وہ بیوی میں کوئی بات قابل اصلاح اور بری دیکھے تو اس کی اصلاح کی فکر کرے لیکن اس کی اصلاح کا طریقہ کیا ہونا چاہئے؟ وہ طریقہ قرآن کریم نے یہ بتادیا کہ سب سے پہلے تو ان کو نرمی خوش اخلاقی اور محبت سے نصیحت کرو، یہ اصلاح کا پہلا درجہ ہے، اگر نصیحت کے ذریعے وہ باز آجائیں تو بس، اب آگے قدم نہ بڑھاؤ، اور اگر وعظ و نصیحت کا اثر نہ ہو تو پھر اصلاح کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ ان کیساتھ سونا چھوڑ دو، اپنا بستر الگ کردو، اگر ذرا بھی سمجھ ہوگی، فہم میں درستگی ہوگی تو اب باز آجائینگی، (بستر الگ کرنے کی تفصیل مستقل حدیث کے تحت آرہی ہے)

بیوی کو مارنے کی حد!

اور اگر اصلاح کا دوسرا درجہ بھی کارگر ثابت نہ ہو تو پھر تیسرا درجہ اختیار کرو، وہ ہے مارنا، لیکن مار کیسی ہونی چاہئے؟ اور کس قدر ہونی چاہئے؟ اسکے بارے میں حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ اُمّت کو جو آخری نصیحتیں فرمائیں، اُن میں یہ نصیحت بھی فرمائی کہ "یعنی اوّل تو مار کا مرحلہ آنا ہی نہیں چاہئے اور اگر آئے بھی تو اس صورت کو صرف اس وقت استعمال کیا جائے جب اسکے علاوہ کوئی چارہ باقی نہ رہ جائے اس لئے کہ مار بالکل آخری چارۂ کار ہے، اور اس میں یہ قید لگادی کے وہ مار تکلیف دینے والی نہ ہو، یعنی اس مار سے تکلیف دینا مقصود نہ ہو بلکہ تادیب مقصود ہو، اور اصلاح مقصود ہو اس لئے تکلیف دینے والی ایسی مار جائز نہیں جس سے نشان پڑ

جائیں۔(مارنے کے بارے میں مزید تفصیل انشاءاللہ آگے مستقل حدیث کے تحت آرہی ہے)

بیویوں کے ساتھ آپ کا سلوک!

اور جب نبی کریم ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے اس وقت نو ازواج مطہراتؓ آپ ﷺ کے نکاح میں تھیں، اور وہ ازواج مطہرات آسمان سے نازل کئے ہوئے فرشتے نہیں تھیں وہ اسی معاشرے کے افراد میں سے تھیں اور ان کے درمیان وہ باتیں بھی ہوا کرتی تھیں جو سوکنوں کے درمیان آپس میں ہوا کرتی ہیں۔اور وہ مسائل بھی کھڑے ہوتے تھے جو بعض اوقات شوہر اور بیوی میں کھڑے ہوجاتے ہیں، لیکن عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ "ساری عمر نہ صرف یہ کہ کسی خاتون پر ہاتھ نہیں اٹھایا بلکہ جب کبھی گھر کے اندر داخل ہوتے تو چہرہ مبارک پر تبسم ہوتا تھا"۔

آپ ﷺ کی سنت!

تو سرکار دو عالم کی سنت یہی ہے کہ ان پر ہاتھ نہیں اٹھایا جائے، اور مارنے کی جو اجازت ہے، وہ ناگزیر حالت کے اندر ہے، ورنہ عام حالت میں تو مارنے کی اجازت بھی نہیں اور نبی کریم ﷺ کی سنت بھی نہیں ہے، سنت وہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک پر تبسم ہوتا تھا۔

حضرت ڈاکٹر صاحب رحمہ اللہ کی کرامت!

ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب قدس اللہ سرہ اللہ تعالی ان کے درجات بلند فرمائے آمین ہمیں کبھی کبھی تعلیم کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ "آج میرے نکاح کو پچپن سال ہوگئے ہیں لیکن الحمدللہ کبھی اس پچپن سال کے عرصے میں لہجہ بدل کر بات نہیں کی" میں کہا کرتا ہوں کہ لوگ پانی پر تیرنے اور ہوا میں اڑنے کو کرامت سمجھتے ہیں اصل کرامت تو یہ ہے کہ پچپن سال بیوی کے ساتھ زندگی گزاری اور یہ تعلق ایسا ہوتا ہے کہ جس میں یقیناً ناگواریاں پیدا ہوتی ہیں۔یہ بات ممکن نہیں کے ناگواری نہ ہوتی ہو، لیکن فرماتے ہیں کہ "میں نے لہجہ بدل کر بات نہیں کی" اور اس سے آگے بڑھ کر ان کی اâ اور ہماری پیرانی صاحبہ فرماتی ہیں کہ ساری عمر مجھ سے یہ نہیں کہا کہ "مجھے پانی پلادو" یعنی اپنی طرف سے کسی کام کا حکم نہیں دیا کہ یہ کام کردو، میں خود اپنے شوق اور جذبے سے سعادت سمجھ کر ان کا خیال رکھتی اور ان کے کام کرتی تھی، لیکن ساری عمر زبان سے انہوں نے مجھے کسی چیز کا حکم نہیں دیا۔

طریقت بجز خدمت خلق نیست !

حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صاحبؒ فرماتے تھے کہ میں نے تو اپنے آپ کو یہ سمجھ لیا ہے اور اسی پر اعتقاد رکھتا ہوں ، اور اسی پر خاتمہ چاہتا ہوں کہ میں تو خادم ہوں ، مجھے تو اللہ تعالی نے خدمت کیلئے دنیا میں بھیجا ہے ، جتنے میرے اہل تعلقات ہیں ، ان کی خدمت میرے ذمے ہے میں مخدوم بنا کر نہیں بھیجا گیا کہ دوسرے لوگ میری خدمت کریں ، بلکہ میں خادم ہوں ، اپنی بیوی کا بھی خادم ، اپنے بچوں کا خادم ، اپنے مریدین کا بھی خادم اور اپنے متعلقین کا بھی خادم ہوں اس لئے کہ بندے کیلئے خادمیت کا مقام اچھا ہے ۔
اس لئے میں خادم ہوں ، فرمایا کہ طریقت در حقیقت خدمت خلق ہی کا نام ہے ، حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جب میں نے یہ سمجھ لیا کہ میں خادم ہوں ، مخدوم نہیں ہوں ۔ تو خادم دوسروں پر کیسے حکم چلائے کہ یہ کام کردو ۔ ساری عمر اس طرح گزاری کہ جب ضرورت پیش آتی خود کام کرتے کسی سے نہیں کہتے ۔ یہ ہے نبی کریم ﷺ کی سنت کا اتباع ، ظاہری چیزوں میں تو ہم لوگ سنت کا اتباع کر لیتے ہیں ۔ لیکن اخلاق میں معاملات میں معاشرت میں اور زندگی گزارنے کے طریقوں میں بھی سنت کی اتباع کرنی چاہئے ۔

صرف دعوی کافی نہیں !

اتباعِ سنت بڑی عجیب وغریب چیز ہے ۔ یہ انسان کی دنیا بھی بناتی ہے اور آخرت بھی بناتی ہے اور زندگی کو استوار کرتی ہے اور یہ صرف دعوی کرنے سے حاصل نہیں ہوتی ۔ (یعنی لیلی سے محبت کا دعوی تو ہر شخص کر رہا ہے ، لیکن خود لیلی ان کے اس دعوے کا اقرار نہیں کرتی ہے) یہ صرف عمل سے حاصل ہوتی ہے کہ آدمی اپنے اخلاق میں اپنے کردار میں اور اپنے عمل سے اس چیز کو اپنائے کہ جس کے ساتھ ادنی تعلق بھی ہوگیا ، اس کو اپنی ذات سے ادنی سی تکلیف بھی نہ پہنچائے ۔

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم نے بیوی کی اصلاح کا تیسرا درجہ جو بتایا ہے ۔ اس کی تشریح نبی کریم ﷺ نے اپنے عمل سے اس طرح فرمائی ہے کہ ساری عمر میں کبھی بیوی پر ہاتھ نہیں اٹھایا ، چاہے کتنی ناگواری کیوں نہ ہوگئی ، اور ان لوگوں کو جو اپنی بیویوں پر ہاتھ اٹھاتے ہیں برے لوگ اور بدترین لوگ قرار دیا ۔

خطبۃ حجۃ الوداع !

اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ کے آخری خطبہ کا ایک اقتباس بیان کیا گیا ہے ، یہ خطبہ جو آنحضرت ﷺ نے اپنے آخری حج ، حجۃ الوداع کے موقع پر دیا تھا ۔ اس خطبہ میں صراحتا آپ ﷺ نے یہ فرما دیا کہ شاید اس سال کے بعد میں تم کو یہاں نہ دیکھ سکوں ، لہذا اس

خطبہ میں آپ ﷺ نے دو باتیں چن چن کر ارشاد فرمائیں جن کے اندر امت کے پھسل جانے اور گمراہ ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ تاکہ قیامت تک امت کیلئے ایک دستور العمل اور ایک لائحہ عمل سامنے آجائے؟ اور امت کی گمراہی کے جتنے راستے ہیں۔ اس خطبے میں ان راستوں کو بند کرنے کی کوشش فرمائی۔

خطبہ تو بہت طویل ہے، لیکن اس خطبہ کے مختلف حصے مختلف مقامات پر بیان ہوئے ہیں اور یہ بھی اسی خطبہ کا حصہ ہے، جس میں مرد و عورت کے باہمی حقوق کو بیان فرمایا گیا ہے پھر خاص کر مردوں کو عورتوں کے حقوق پہچاننے اور ان کا خیال رکھنے کی تاکید فرمائی گئی ہے آپ ان حقوق کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں یہ حقوق آپ ﷺ خطبہ حجۃ الوداع میں ایسے موقع پر ارشاد فرما رہے ہیں جبکہ یہ خیال بھی ہے کہ آئندہ اس طرح سب لوگوں کے سامنے بات کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ لہذا حضور اقدس ﷺ نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے جن چیزوں کو بیان کرنے کیلئے منتخب فرمایا، اور جن باتوں کی اہمیت آپ ﷺ نے محسوس فرمائی کہ امت کو ہر حال میں ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیئے، ان میں مرد و عورت کے باہمی حقوق بھی داخل ہیں۔

میاں بیوی کے تعلقات کی اہمیت!

اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی زندگی میں شوہر اور بیوی کے تعلقات کو کتنی اہمیت حاصل ہے اور خود صاحب شریعت یعنی نبی کریم ﷺ نے اس کی کتنی اہمیت محسوس فرمائی ہے۔ کیونکہ اگر میاں بیوی ایک دوسروں کے حقوق صحیح طور پر ادا نہ کریں، اور باہم تلخیوں پر کمر باندھ لیں تو اس کے ذریعہ صرف ایک دوسرے کے حقوق ہی ضائع نہیں ہوتے، بلکہ بالآخر اس کا اثر دونوں خاندانوں پر پڑتا ہے اور بچوں پر اس کا اثر پڑتا ہے اور اس کی وجہ سے اولاد خراب ہوتی ہے اور چونکہ سارے تمدّن کی بنیاد خاندان اور گھر پر ہے اس لئے اس کے نتیجے میں پورا تمدّن بگڑ جاتا ہے اس واسطے حضور اقدس ﷺ نے بڑی اہمیت کے ساتھ اس کی تاکید فرمائی۔

عورتیں تمہارے پاس مقید ہیں!

چنانچہ حضرت عمرو بن الاحوص حبشی رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ اس خطبہ میں آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالی کی حمد وثناء بیان فرمائی، اور وعظ و نصیحت فرمائی اور پھر فرمایا کہ خوب سن لو، اور میں تمہیں عورتوں کے ساتھ بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں تم اس نصیحت کو قبول کرلو، یہ وہی جملہ ہے جو پچھلی حدیث میں آیا تھا۔ اور اگلا جملہ یہ ارشاد فرمایا اس لئے کہ وہ خواتین تمہارے پاس تمہارے گھروں میں مقید رہتی

ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے خواتین کا یہ ایک ایسا وصف بیان فرمایا کہ اگر مرد صرف اس وصف پر غور کرے تو اس کو کبھی ان کے ساتھ بدسلوکی کا خیال بھی نہ آئے۔

ایک نادان لڑکی سے سبق لو!

ہمارے حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک نادان اور غیر تعلیم یافتہ لڑکی سے سبق لو کہ صرف دو بول پڑھ کر جب ایک شوہر سے تعلق قائم ہوگیا ایک نے کہا کہ میں نے نکاح کیا۔ اور دوسرے نے کہا کہ میں نے قبول کرلیا۔ اس لڑکی نے اس دو بول کی ایسی لاج رکھی کہ ماں کو اس نے چھوڑا، باپ کو اس نے چھوڑا، بہن بھائیوں کو اس نے چھوڑا۔ اپنے خاندان کو چھوڑا، اور پورے کنبے کو چھوڑا، اور شوہر کی ہوگئی۔ اور اس کے پاس آکر مقید ہوگئی تو اس دو بول کی اس نادان لڑکی نے اتنی لاج رکھی اور اتنی وفاداری کی۔ تو حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ایک نادان لڑکی تو اس دو بول کا اتنا بھرم رکھتی ہے کہ سب کو چھوڑ کر ایک کی ہوگئی، لیکن تم سے یہ نہیں ہوسکا کہ تم یہ دو بول لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اس اللہ کے ہو جاؤ جس کیلئے یہ دو بول پڑھے تھے۔ تم سے تو وہ نادان لڑکی اچھی ہے کہ یہ دو بول پڑھ کر اس کا اتنا لاج رکھتی ہے تم سے اتنی لاج بھی نہیں رکھی جاسکتی کہ اس اللہ کے ہو جاؤ۔

عورت نے تمہارے لئے کتنی قربانیاں دی ہیں!

تو اس حدیث میں حضور اقدس ﷺ فرمارہے ہیں کہ یہ دیکھو کہ اس نے تمہاری خاطر کتنی بڑی قربانی دی۔ اگر بالفرض معاملہ برعکس ہوتا۔ اور تم سے یہ کہا جاتا کہ تمہاری شادی ہوگئی، لیکن تمہیں اپنا خاندان چھوڑنا ہوگا۔ اپنے ماں باپ چھوڑنے ہوں گے۔ تو یہ تمہارے لئے کتنا مشکل کام ہوتا، ایک اجنبی ماحول، اجنبی گھر، اجنبی آدمی کے ساتھ زندگی بھر نباہ کیلئے وہ عورت مقید ہوگئی۔ اس لئے نبی کریم ﷺ فرمارہے ہیں کہ یہ کیا تم اس قربانی کا لحاظ نہیں کروگے؟ اس قربانی کا لحاظ کرو، اور اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرو۔

اس کے علاوہ تمہارا ان پر کوئی مطالبہ نہیں!

اس کے بعد بڑا سنگین جملہ ارشاد فرمایا، جب کبھی اس جملے کی تشریح کی نوبت آتی ہے تو مرد لوگ ناراض ہوجاتے ہیں وہ جملہ یہ ہے کہ ''یعنی تمہیں ان پر صرف اتنا حق حاصل ہے کہ وہ تمہارے گھر میں رہیں، اس کے علاوہ شرعاً ان پر تمہارا کوئی مطالبہ نہیں۔

کھانا پکانا عورت کی شرعی ذمہ داری نہیں!

اسی بنیاد پر فقہاء کرام نے یہ مسئلہ بیان کیا جو بڑا نازک مسئلہ ہے۔ جس کے بیان کرنے سے بہت سے لوگ ناراض ہو جاتے ہیں، وہ مسئلہ یہ ہے کہ گھر کا کھانا پکانا عورت کی شرعی ذمی داری نہیں ہے۔ یعنی شرعا یہ فریضہ ان پر عائد نہیں ہوتا کہ وہ ضرور کھانا پکائیں۔ بلکہ فقہاء کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ عورتوں کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم ان عورتوں کی ہے جو اپنے گھر میں اپنے [3] میں بھی گھر کا کام کیا کرتی تھی۔ اور دوسری قسم کی عورتیں وہ ہیں۔ جو اپنے گھر میں کھانا نہیں پکاتیں تھیں۔ بلکہ نوکر چاکر تھے۔ وہ کھانا پکاتے تھے۔ اگر دوسری قسم کی عورت شادی کے بعد شوہر کے گھر آجائے تو اس کے ذمہ کھانا پکانا کسی طرح بھی واجب نہیں نہ دیانتا، نہ قضاء، نہ اخلاقا، نہ شرعا، بلکہ وہ عورت شوہر سے کہ سکتی ہے کہ میرا نفقہ تو تمہارے ذمہ واجب ہے

بجائے اس کے کہ میں کھانے پکاؤں تم میرے لئے پکا پکایا یا کھانا لا کر دو چنانچہ فقہاء کرام لکھتے ہیں کہ اس صورت میں پکا پکایا کھانا لا کر عورت کو دینا یہ شوہر کی ذمہ داری ہے۔ اور اس عورت سے نہ قضاء کھانا پکانے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے اور نہ دیانتا، اس لئے کہ حضور اقدس ﷺ نے صاف اور واضح الفاظ میں یہ فرمایا: یعنی تمہیں یہ حق حاصل ہے کہ ان کو اپنے گھر پر رکھو اور تمہاری اجازت کے بغیر ان کو گھر سے باہر جانا جائز نہیں۔ لیکن اس کے علاوہ ان پر کوئی ذمہ داری شرعا نہیں ہے۔

اور اگر وہ پہلی قسم کی عورت ہے یعنی جو اپنے گھر میں کھانا پکاتی تھی۔ اور کھانا پکاتی ہوئی شوہر کے گھر آئی ہے تو اس کے ذمہ کھانا پکھا قضاء واجب نہیں ہے۔ لیکن دیانتاً واجب ہے۔ یعنی بزور عدالت تو اس سے کھانا پکانے کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں! البتہ اس کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنا کھانا خود پکائے۔ اس صورت میں شوہر کے ذمہ یہ ہے کہ وہ کھانا پکانے کا سامان لا کر دے دے۔ باقی شوہر یا بچوں کیلئے کھانا پکانا۔ یہ اس کی ذمہ داری بھی نہیں ہے۔ اور یہ عورت شوہر سے یہ مطالبہ نہیں کر سکتی کہ تم میرے لئے پکا پکایا کھانا لا کر دو۔ لیکن اگر وہ شوہر اور بچوں کیلئے کھانا پکانے سے انکار کر دے تو اب اس سے عدالت کے زور پر کھانا پکانے کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا، فقہاء کرام نے تفصیل کے ساتھ یہ مسائل بیان فرمائے ہیں۔

ساس، سسر کی خدمت واجب نہیں!

ایک بات اور سمجھ لیجئے جس میں بڑی کوتاہی ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ جب عورت کے ذمہ شوہر کا اور اس کی اولاد کا کھانا پکانا واجب نہیں تو شوہر کے جو ماں باپ اور بہن بھائی ہیں ان کیلئے کھانا پکانا اور ان کی خدمت کرنا بطریق اولی واجب نہیں۔ ہمارے یہاں یہ دستور چل

پڑا ہے کہ جب بیٹے کی شادی ہوتی ہے۔تو اس بیٹے کے ماں باپ یہ سمجھتے ہیں کہ بہو پر بیٹے کے حق بعد میں ہے،اور ہمارا حق پہلے ہے،لہذا یہ بہو ہماری خدمت ضرور کرے۔ چاہے بیٹے کی خدمت کرے یا نہ کرے اور پھر اس کے نتیجے میں ساس بہو بہاوج اور نندوں کے جھگڑے کھڑے ہو جاتے ہیں،اوران جھگڑوں کے نتیجے میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔

ساس سسر کی خدمت اس کی سعادت مندی ہے!

خوب سمجھ لیجئے اگر والدین کو خدمت کی ضرورت ہے تو لڑکے کے ذمے واجب ہے کہ وہ خود ان کی خدمت کرے البتہ اس لڑکے کی بیوی کی سعادتمندی ہے کہ وہ اپنے شوہر کے والدین کی خدمت بھی خوش دلی سے اپنی سعادت اور باعث اجر سمجھ کرانجام دے،لیکن لڑکے کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے والدین کی خدمت کرنے پر مجبور کرے،جبکہ وہ خوش دلی سے ان کی خدمت پر راضی نہ ہو۔اور نہ والدین کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنی بہو کو اس بات پر مجبور کریں کہ وہ ہماری خدمت کرے،لیکن اگر وہ بہو خوش دلی سے اپنی سعادتمندی سمجھ کر اپنے شوہر کے والدین کی جتنی خدمت کرے گی انشاء اللہ اس کے اجر میں بہت اضافہ ہو گا۔اس بہو کو ایسا کرنا بھی چاہئے۔تا کہ گھر کی فضا خوش گوار رہے۔

بہو کی خدمت کی قدر کریں!

لیکن ساتھ ہی دوسری جانب ساس،سسر اور شوہر کو بھی یہ سمجھنا چاہئے کہ اگر یہ خدمت انجام دے رہی ہے تو یہ اس کا حسن سلوک ہے اس کا حسن اخلاق ہے اس کے ذمہ یہ خدمت فرض واجب نہیں ہے۔لہذا ان کو چاہئے کہ وہ بہو کی اس خدمت کی قدر کریں۔اور اس کا بدلہ دینے کی کوشش کریں۔ان حقوق اور مسائل کو نہ سمجھنے کے نتیجے میں آج گھر کے گھر برباد ہو رہے ہیں۔ساس بہو کی اور بہاوج اور نندوں کی لڑائیوں نے گھر کے گھر اجاڑ دیئے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہو رہا ہے کہ ان حقوق کی وہ حدود جو نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی ہیں وہ ذہنوں میں موجود نہیں ہیں۔

ایک عجیب واقعہ!

میرے حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس اللہ سرہ نے ایک دن بڑا عجیب واقعہ سنایا کہ میرے متعلقین میں ایک صاحب تھے۔وہ اور ان کی بیوی دونوں میری مجلس میں آیا کرتے تھے اور کچھ اصلاحی تعلق بھی قائم کیا ہوا تھا۔دونوں نے ایک مرتبہ اپنے گھر میری دعوت کی چنانچہ،میں ان کے گھر گیا،اور جا کر کھانا کھایا اور کھانا بڑا اچھا بنا ہوا تھا۔ہمارے حضرت والا قدس اللہ سرہ کی å ہی عادت تھی کہ

جب کھانا کھاتے تو کھانے کے بعد کھانا بنانے والی خاتون کی تعریف کرتے کہ تم نے بہت اچھا کھانا پکایا، تاکہ اس کی حوصلہ افزائی ہو، اس کا دل بڑھے۔

چنانچہ جب حضرت والا کھانا کھا کر فارغ ہوئے تو وہ خاتون پردے کے پیچھے آئیں اور آکر حضرت والا کو سلام کیا تو حضرت والا نے فرمایا تم نے بڑا لذیذ کھانا اور اچھا کھانا بنایا کھانا کھانے میں بڑا مزہ آیا حضرت والا فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ جملہ کہا تو پردے کے پیچھے سے اس خاتون کی سسکیاں لینے اور رونے کی آواز آئی میں حیران ہو گیا کہ معلوم نہیں کہ میری کس بات سے اس کو تکلیف پہنچی اور ان کا دل ٹوٹا میں نے پوچھا کہ: کیا بات ہے؟ آپ کیوں رو رہی ہیں؟ ان خاتون نے اپنے رونے پر بمشکل قابو پاتے ہوئے یہ کہا کہ حضرت آج مجھے ان شوہر کے ساتھ رہتے ہوئے چالیس سال ہو گئے ہیں لیکن اس پورے عرصے میں کبھی میں نے ان کی زبان سے یہ جملہ نہیں سنا کہ ''آج کھانا اچھا بنا ہے'' آج جب آپ کے منہ سے یہ جملہ سنا تو مجھے رونا آ گیا۔

ایسا شخص کھانے کی تعریف نہیں کرے گا!

حضرت والا بکثرت یہ واقعہ سنا کر فرماتے تھے کہ وہ شخص یہ کام ہرگز نہیں کر سکتا جس کے دل میں یہ احساس ہو کہ یہ بیوی کھانے پکانے کی جو خدمت انجام دے رہی ہے یہ اس کا حسن سلوک اور حسن معاملہ ہے جو وہ میرے ساتھ کر رہی ہے، لیکن جو شخص اپنی بیوی کو نوکر اور خادم سمجھتا ہو کہ یہ میری خادمہ ہے، اس کو تو یہ کام ضرور انجام دینا ہے۔ کھانا پکانا اس کا فرض ہے۔ اگر کھانا اچھا پکا رہی ہے تو اس پر اس کی تعریف کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ایسا شخص کبھی اپنی بیوی کی تعریف نہیں کرے گا۔

شوہر اپنے ماں باپ کی خدمت خود کرے!

ایک مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ والدین ضعیف ہیں۔ یا بیمار ہیں۔ اور ان کی خدمت کی ضرورت ہے۔ گھر میں صرف بیٹا اور بہو ہے، اب کیا کیا جائے؟ اس صورت میں بھی شرعی مسئلہ یہ ہے کہ بہو کے ذمے واجب نہیں کہ وہ شوہر کے والدین کی خدمت کرے، البتہ اس کی سعادت اور خوش نصیبی ہے اور اجر و ثواب کا موجب ہے، اگر خدمت کرے گی، تو انشاءاللہ بڑا ثواب حاصل ہوگا۔ لیکن بیٹے کو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ کام میرا ہے۔ مجھے چاہئے کہ اپنے والدین کی خدمت کروں اب چاہے وہ خدمت خود کرے یا کوئی نوکر اور خادمہ رکھے، لیکن اگر بیوی خدمت کر رہی ہے تو یہ اس کا احسان سلوک اور احسان سمجھنا چاہئے۔

عورت کو اجازت کے بغیر باہر جانا جائز نہیں!

لیکن ایک قانون اس کے ساتھ اور بھی سن لیں، ورنہ معاملہ الٹا ہو جائے گا۔ اس لئے کہ لوگ جب یک طرفہ بات سن لیتے ہیں تو اس سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے تفصیل کے ساتھ عرض کیا کہ کھانا پکانا عورت کے ذمہ شرعاً واجب نہیں۔ لیکن حضور اقدس ﷺ نے یہ جو فرمایا کہ یہ تمہارے گھروں میں مقید رہتی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری اجازت کے بغیر ان کیلئے کہیں جانا جائز نہیں۔ لہذا جس طرح فقہاء کرام نے کھانا پکانے کا مسئلہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، اس طرح فقہاء نے یہ قانون بھی لکھا ہے کہ اگر شوہر عورت سے یہ کہہ دے کہ تم گھر سے باہر نہیں جاسکتیں اور اپنے عزیز واقارب سے ملنے نہیں جاسکتیں۔ حتیٰ کہ اس کے والدین سے بھی ملنے کیلئے جانے سے منع کر دے تو عورت کیلئے ان سے ملاقات کیلئے گھر سے باہر جانا جائز نہیں۔ البتہ اگر والدین اپنی بیٹی سے ملنے کیلئے اس کے گھر آجائیں تو اب شوہر ان والدین کو ملاقات کرنے سے نہیں روک سکتا، لیکن فقہاء نے اس کی حد مقرر کر دی ہے کہ اس کے والدین ہفتے میں ایک مرتبہ آئیں اور ملاقات کر کے چلے جائیں۔ یہ اس عورت کا حق ہے۔ شوہر اس سے نہیں روک سکتا لیکن اجازت کے بغیر اس کیلئے جانا جائز نہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کے درمیان اس طرح توازن برابر کیا ہے کہ عورت کے ذمے قانونی اعتبار سے کھانا پکانا واجب نہیں تو دوسری طرف قانونی اعتبار سے اس کا گھر سے باہر نکلنا شوہر کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔

دونوں مل کر زندگی کی گاڑی کو چلائیں!

یہ قانون کی بات تھی لیکن حسن سلوک کی بات یہ ہے کہ وہ اس کی خوشی کا خیال رکھے۔ اور یہ اس کی خوشی کا خیال رکھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اپنے درمیان یہ تقسیم کار فرمارکھی تھی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھر کے باہر کے تمام کام انجام دیتے تھے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا گھر کے اندر کے تمام کام انجام دیتی تھیں۔ یہی نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔ اور اسی پر عمل ہونا چاہئے۔ دونوں میاں بیوی قانون کی باریکیوں میں ہر وقت نہ پڑے رہیں۔ بلکہ شوہر بیوی کے ساتھ اور بیوی شوہر کے ساتھ خوش اسلوبی کا معاملہ کرے۔ اور یہ فطری تقسیم بھی ہے کہ گھر کے کام بیوی کے ذمے اور باہر کے کام شوہر کے ذمہ ہوں اس طرح دونوں مل کر زندگی کی گاڑی کو چلائیں۔

اگر بے حیائی کا ارتکاب کریں تو!

ہاں اگر وہ عورتیں گھر میں کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں تو وہ بے حیائی کسی قیمت پر بھی برداشت نہیں، اس صورت میں قرآن کریم کے بتائے ہوئے نسخے کے مطابق پہلے ان کو نصیحت کرو۔ اور اس کے بعد اگر وہ باز نہ آئیں تو ان کا بستر الگ کر دو۔ اور پھر بھی اگر باز

نہ آئیں تو بدرجہ مجبوری اس بے حیائی پر مارنے کی بھی اجازت ہے بشرطیکہ وہ مار تکلیف دینے والی نہ ہو۔ اور اس کے بعد اگر وہ تمہاری اطاعت کرلیں۔ اور باز آجائیں تو اب اس کے بعد کوئی راستہ ان کے خلاف تلاش نہ کرو، یعنی ان کو مزید تکلیف پہنچانے کی گنجائش نہیں۔

خبردار!

ان عورتوں کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرو، ان کے لباس میں اور ان کے کھانے میں اور ان کی دوسری ضروریات جو تمہارے ذمہ واجب ہیں تم ان میں احسان سے کام لو، صرف یہ نہیں کہ انتہائی ناگزیر ضرورت پوری کردی، بلکہ احسان، فراخدلی اور کشادگی سے کام لو، اور ان کے لباس اور کھانے پر خرچ کرو۔

بیوی کو جیب خرچ الگ دیا جائے!

یہاں دو تین باتیں اس سلسلے میں عرض کرنی ہیں، جن پر حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ نے اپنے مواعظ میں جابجا زور دیا ہے اور عام طور پر ان باتوں کی طرف سے غفلت پائی جاتی ہے۔ پہلی بات جو حضرت تھانویؒ نے بیان فرمائی، وہ یہ نفقہ صرف یہ نہیں کہ بس! کھانے کا انتظام کردیا، اور کپڑے کا انتظام کردیا۔ بلکہ نفقہ کا ایک حصہ یہ بھی ہے کہ کھانے اور کپڑے کے علاوہ بھی کچھ رقم بطور جیب خرچ کے بیوی کی دی جائے۔ جس کو وہ آزادی کے ساتھ اپنی خواہش کے مطابق صرف کرسکے۔ بعض لوگ کھانے اور کپڑے کا تو انتظام کردیتے ہیں، لیکن جیب خرچ کا اہتمام نہیں کرتے، حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں کہ جیب خرچ دینا بھی ضروری ہے اسلئے کہ انسان کی بہت سی ضروریات ایسی ہوتی ہیں جس کو بیان کرتے ہوئے بھی انسان شرماتا ہے یا اس کو بیان کرتے ہوئے الجھن محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے کچھ رقم بیوی کے پاس ایسی ضروریات کیلئے بھی ہونی چاہئے، تاکہ وہ دوسرے کی محتاج نہ ہو، یہ بھی نفقہ کا ایک حصہ ہے حضرت والا نے فرمایا کہ جو لوگ یہ جیب خرچ نہیں دیتے، وہ اچھا نہیں کرتے۔

خرچہ میں فراخدلی سے کام لینا چاہئے!

دوسری بات یہ ہے کہ کھانے پینے میں اچھا سلوک کرو یہ نہ ہو کہ صرف ''قوت لا یموت'' دیدی یعنی اتنا کھانا دیدیا جس سے موت نہ آئے۔ بلکہ احسان کرو اور احسان کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی آمدنی کے معیار کے مطابق فراخی اور کشادگی کے ساتھ گھر کا خرچہ اس کو دے۔ بعض لوگوں کے دلوں میں یہ خلفان رہتا ہے کہ شریعت میں ایک طرف تو فضول خرچی اور اسراف کی ممانعت آئی ہے، اور

دوسری طرف یہ حکم دیا جارہا ہے کہ گھر کے خرچ میں تنگی مت کرو، بلکہ، کشادگی سے کام لو، اب سوال یہ ہے کہ دونوں میں حدِ فاصل کیا ہے؟ کونسا خرچہ اسراف میں داخل ہے اور کونسا خرچہ اسراف میں داخل نہیں؟

رہائش جائز آسائش جائز!

اس خلجان کے جواب میں حضرت تھانویؒ نے گھر کے بارے میں فرمایا کہ ایک ''گھر'' وہ ہوتا ہے جو قابل رہائش ہو۔ مثلاً جھونپڑی ڈال دی، یا چھپر ڈال دیا۔ اس میں بھی آدمی رہائش اختیار کرسکتا ہے۔ یہ تو پہلا درجہ ہے جو بالکل جائز ہے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ رہائش بھی ہو اور ساتھ میں آسائش بھی ہو مثلاً پختہ مکان ہے۔ جس میں انسان آرام کے ساتھ رہ سکتا ہے۔ اور گھر میں آسائش کیلئے کوئی کام کیا جائے تو اس کی ممانعت نہیں ہے اور یہ بھی اسراف میں داخل نہیں مثلاً ایک شخص ہے وہ جھونپڑی میں بھی زندگی بسر کرسکتا ہے اور دوسرا شخص جھونپڑی میں نہیں رہ سکتا اس کو تو رہنے کیلئے پختہ مکان چاہئے، اور پھر اس مکان میں بھی اس کو پنکھا اور بجلی چاہئے۔ اب اگر وہ شخص اپنے گھر میں پنکھا اور بجلی اس لئے لگاتا ہے تاکہ اس کو آرام حاصل ہو۔ تو یہ اسراف میں داخل نہیں۔

آرائش بھی جائز!

تیسرا درجہ یہ ہے کہ مکان میں آسائش کے ساتھ آرائش بھی ہو۔ مثلاً ایک شخص کا پختہ مکان بنا ہوا ہے۔ پلاستر کیا ہوا ہے بجلی بھی ہے پنکھا بھی ہے۔ لیکن اس مکان پر رنگ نہیں کیا ہوا ہے، اب ظاہر ہے کہ رہائش تو ایسے مکان میں بھی ہوسکتی ہے لیکن رنگ روغن کے بغیر آرائش نہیں ہوسکتی اب اگر کوئی شخص آرائش کے حصول کے لئے مکان پر رنگ و روغن کرائے تو شرعاً وہ بھی جائز ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رہائش جائز، آسائش جائز، آرائش جائز، اور آرائش کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی انسان اپنے دل کو خوش کرنے کیلئے کوئی کام کرلے تاکہ دیکھنے میں اچھا معلوم ہو، دیکھ کر دل خوش ہو جائے۔ تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، شرعاً یہ بھی جائز ہے۔

نمائش جائز نہیں!

اس کے بعد چوتھا درجہ ہے ''نمائش'' اب جو کام کررہا ہے اس سے نہ تو آرام مقصود ہے، نہ آرائش مقصود ہے۔ بلکہ اس کام کا مقصد صرف یہ ہے کہ لوگ مجھے بڑا دولت مند سمجھیں اور لوگ یہ سمجھیں کہ اس کے پاس بہت پیسہ ہے اور تاکہ اس کے ذریعہ دوسروں پر اپنی فوقیت جتاؤں، اور اپنے آپ کو بلند ظاہر کروں، یہ سب ''نمائش'' کے اندر داخل ہے اور یہ شرعاً ناجائز ہے۔ اور اسراف میں داخل ہے

فضول خرچی کی حد!

یہی چار درجات لباس اور کھانے میں بھی ہیں بلکہ ہر چیز میں ہیں ایک شخص اچھا اور قیمتی کپڑا اس لئے پہنتا ہے تا کہ مجھے آرام ملے اور تا کہ مجھے اچھا لگے اور میرے گھر والوں کو اچھا لگے، اور میرے ملنے جلنے والے اس کو دیکھ کر خوش ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اگر کوئی شخص اچھا اور قیمتی لباس اس نیت سے پہنتا ہے تا کہ مجھے دولت مند سمجھا جائے مجھے بہت پیسے والا سمجھا جائے، اور میرا بڑا مقام سمجھا جائے تو یہ نمائش ہے اور ممنوع ہے۔ اس لئے حضرت تھانویؒ نے اسراف کے بارے میں ایک واضح فاصل کھینچ دی کہ اگر ضرورت پوری کرنے کیلئے کوئی خرچ کیا جارہا ہے۔ یا آسائش کے حصول کیلئے یا اپنے دل کو خوش کرنے کیلئے آرائش کی خاطر کوئی خرچہ کیا جارہا ہے وہ اسراف میں داخل نہیں۔

یہ اسراف میں داخل نہیں!

میں ایک مرتبہ کسی دوسرے شہر میں تھا۔ اور واپس کراچی آنا تھا۔ گرمی کا موسم تھا۔ میں نے ایک صاحب سے کہا کہ ایئر کنڈیشن کوچ میں میرا ٹکٹ بک کرادو، اور میں نے ان کو پیسے دے دیئے۔ ایک دوسرے صاحب پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے فوراً کہا کہ صاحب! یہ تو آپ اسراف کررہے ہیں، اس لئے کہ ایئر کنڈیشن کوچ میں سفر کرنا تو اسراف میں داخل ہے۔ بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اگر اوپر کے درجے میں سفر کرلیا تو یہ اسراف میں داخل ہے۔

خوب سمجھ لیجئے! اگر اوپر کے درجے میں سفر کرنے کا مقصد راحت حاصل کرنا ہے، مثلاً گرمی کا موسم ہے۔ گرمی برداشت نہیں ہوتی، اللہ تعالی نے پیسے دیئے ہیں تو پھر اس درجے میں سفر کرنا کوئی گناہ اور اسراف نہیں ہے۔ لیکن اگر اوپر کے درجے میں سفر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب میں ایئر کنڈیشن کوچ میں سفر کروں گا تو لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ بڑا دولت مند آدمی ہے تو پھر وہ اسراف اور ناجائز ہے اور نمائش میں داخل ہے، یہی تفصیل کپڑے اور کھانے میں بھی ہے۔

ہر شخص کی کشادگی الگ الگ ہے!

لہذا شوہر کو چاہے کہ ان درجات کو مدنظر رکھتے ہوئے بیوی کے نفقہ اور لباس میں کشادگی کے ساتھ خرچ کرے۔ ہر آدمی کی کشادگی الگ الگ ہوتی ہے۔ میرے حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ ایک مرتبہ بیان فرماتے ہوئے کہنے لگے کہ بھائی! ایک آدمی ایسا ہے جس کا نہ کوئی آگا نہ پیچھا، یعنی نہ کوئی اس کا رشتہ دار ہے۔ نہ کوئی عزیز و اقارب ہے، اور نہ کوئی دوست ہے، اگر ایسا شخص اپنے گھر میں

ایک بستر ایک رکابی، ایک ڈونگا رکھ لے تو بس! اس کیلئے یہ برتن کافی ہیں۔ اب اگر اور زیادہ برتن جمع کرے گا تو اس کا مقصد سوائے نمائش کے اور کچھ نہ ہوگا۔ اور اسراف ہوگا، لیکن ایک دوسرا آدمی جس کے مہمان آتے ہیں، جس کے تعلقات وسیع ہیں۔ جس کے عزیز واقارب بہت زیادہ ہیں، اس کی ضرورت اور کشادگی کا معیار اور ہے اب اگر ایسے شخص کے گھر میں بعض اوقات برتنوں کے سوسیٹ بھی ہوں یا سو بستر بھی ہوں تب بھی ان میں سے ایک برتن اور ایک بستر بھی اسراف میں داخل نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ یہ سب اس کی ضرورت میں داخل ہیں، اس لئے فرمایا کہ ہر آدمی کا کشادگی کا معیار الگ ہوتا ہے۔

اس محل میں خدا کو تلاش کرنے والا احمق ہے!

بعض اوقات لوگ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ جو بڑے بادشاہ تھے ان کا قصہ سن کر اسی سے استدلال کرتے ہیں۔ جن کا قصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے رات کے وقت ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ محل کی چھت پر گھوم رہا ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے اس کو پکڑ کر پوچھا کہ رات کے وقت یہاں محل کی چھت پر کیا کر رہے ہو؟ اس آدمی نے کہا کہ اونٹ تلاش کرنے آیا ہوں میرا اونٹ گُم ہو گیا ہے۔ حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا کہ ارے بے وقوف، کم عقل، رات کے وقت محل کی چھت پر اونٹ تلاش کر رہا ہے۔ تجھے یہاں اونٹ کیسے ملے گا؟ اس آدمی نے حیرت سے پوچھا یہاں اونٹ نہیں مل سکتا؟ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ نہیں تجھے یہاں محل کی چھت پر اونٹ کیسے ملے گا؟ اس آدمی نے کہا کہ اگر اس محل میں اونٹ نہیں مل سکتا اور اس محل میں اونٹ تلاش کرنے والا احمق ہے۔ تو یہ بھی سمجھ لو کہ تم یہاں رہتے ہوئے خدا کو تلاش کر رہے ہو، تمہیں خدا بھی نہیں مل سکتا اگر میں احمق ہوں تو مجھ سے زیادہ احمق تم ہو۔ بس! اس وقت حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے دل پر ایک چوٹ لگی، اور اسی وقت ساری بادشاہت چھوڑ کر جنگل کی طرف روانہ ہوگئے۔ اور روانہ ہوتے وقت سوچا کہ اب تو اللہ کی یاد میں زندگی بسر کرنی ہے۔ اس لئے صرف ایک تکیہ اور ایک پیالہ ساتھ لے لیا تاکہ کھانے پینے کی ضرورت پیش آئیگی تو اس پیالے میں کھا پی لیں گے اور سونے کی ضرورت پیش آئے گی تو زمین پر تکیہ رکھ کر سو جائیں گے، جب کچھ آگے چلے تو دیکھا کہ ایک آدمی دریا کے کنارے بیٹھا ہے اور چلو بنا کر پانی پی رہا ہے آپ نے سوچا کہ یہ پیالہ میں نے اپنے ساتھ فضول لے لیا۔ یہ کام تو ہاتھوں کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے چنانچہ وہ پیالہ پھینک دیا اور آگے روانہ ہوگئے کچھ اور آگے گئے تو دیکھا کہ ایک آدمی سر کے نیچے اپنا ہاتھ رکھ کر سو رہا ہے پھر سوچا کہ یہ تکیہ بھی میں نے فضول لیا ہے۔ تکیہ تو اللہ تعالیٰ نے خود دے رکھا ہے۔ اس سے کام چلائیں گے چنانچہ وہ تکیہ بھی پھینک دیا۔

غلبہ حال کی کیفیت قابل تقلید نہیں!

اس قصہ کی وجہ سے بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ پیالہ رکھنا بھی اسراف ہے۔ اور تکیہ رکھنا بھی اسراف ہے اللہ تعالی حضرت تھانویؒ کے درجات بلند فرمائے، آمین۔۔۔۔ وہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی نتھار کر چلے گئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اپنے حالات کو حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے حالات پر قیاس مت کرو ایک تو اس وجہ سے کہ جو کیفیت حضرت ابراہیم بن ادھمؒ پر طاری ہوئی، وہ غلبہ حال کی کیفیت تھی وہ قابل تقلید کیفیت نہیں تھی۔ اور غلبہ حال کا مطلب یہ ہے کہ کسی وقت طبیعت پر کسی بات کا اتنا غلبہ ہو جاتا ہے کہ آدمی اس حالت میں معذور ہو جاتا ہے، معذور ہونے کی وجہ سے اس کے حالات دوسروں کیلیئے قابل تقلید نہیں رہتے۔ اس لئے حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے یہ حالات ہمارے اور آپکے لئے قابل تقلید نہیں۔ ورنہ دماغ میں یہ بات جم جائے گی کہ تکیہ بھی چھوڑو، اور پیالہ بھی چھوڑو، اور گھر بار بھی چھوڑو، بیوی بچے چھوڑو، اس لئے کہ خدا اس کے بغیر نہیں ملے گا۔ حالانکہ دین کا یہ تقاضہ نہیں، بلکہ یہ غلبہ حال کی کیفیت ہے جو حضرت ابراہیم بن ادھمؒ پر طاری ہوئی۔

آمدنی کے مطابق کشادگی ہونی چاہیئے!

دوسرے یہ کہ ہر آدمی کی ضرورت اس کے حالات کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہیں۔ لہذا کشادگی کا معیار بھی ہر انسان کا الگ ہے۔ اب جو شخص کم آمدنی والا ہے۔ اس کی کشادگی کا معیار اور ہے، اور جو متوسط آمدنی والا ہے۔ اس کا معیار اور ہے اور جو زیادہ آمدنی والا ہے اس کی کشادگی کا معیار اور ہے۔ اس لئے ہر شخص کی آمدنی کے معیار کے اعتبار سے کشادگی ہونی چاہیئے، یہ نہ ہو کہ شوہر بیچارے کی آمدنی تو کم ہے۔ اور ادھر بیوی صاحبہ نے دولت مند قسم کے لوگوں کے گھر میں جو چیزیں دیکھیں ان کی نقل اتارنے کی فکر لگ گئی۔ اور شوہر سے اس کی فرمائش ہونے لگی۔ اس قسم کی فرمائشوں کا تو کوئی جواز نہیں۔ لیکن شوہر کو چاہیئے کہ اپنی آمدنی کو مدنظر رکھتے ہوئے کشادگی سے کام لے۔ اور اپنی بیوی کے حق میں بخل اور کنجوسی سے کام نہ لے۔

بیویوں کا ہم پر کیا حق ہے!

حضرت معاویہ بن حیدۃ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے حضور اقدس ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ! ہم لوگوں کی بیویوں کا ہم پر کیا حق ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ اور جب تم پہنو تو اس کو بھی پہناؤ اور یہ کہ چہرے پر نہ مارو اور برا بھلا مت کہو''۔ ''تقبح'' کے معنی ہیں کوسنے دینا۔ برا بھلا کہنا۔ اور اس سے دل آزاری کی باتیں کرنا۔ اور اس کو مت چھوڑ مگر گھر ہی میں۔

اس کا بستر چھوڑ دو!

جیسا کہ پیچھے بیان کیا گیا کہ اگر تم عورت کے اندر کوئی بے حیائی کی بات دیکھو تو پہلے اس کو سمجھاؤ اگر سمجھانے سے باز نہ آئے تو اس کا بستر چھوڑ دو۔اور الگ بستر پر سونا شروع کر دو،اس حدیث میں بستر چھوڑنے کی تفصیل یہ بیان فرمادی کہ بستر چھوڑنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم گھر سے باہر چلے جاؤ۔ بلکہ گھر کے اندر ہی رہو۔البتہ احتجاج کے طور پر تادیبی طور پر اور ایک نفسیاتی مار کے طور پر کمرہ بدل دو یا بستر بدل دو اور اس سے علیحدگی اختیار کرلو۔

ایسی علیحدگی جائز نہیں!

علماء نے اس حدیث کے یہ معنی بھی بیان فرمائے ہیں کہ ایسے موقع پر اگر چہ بستر کو الگ کر دو لیکن بالکلیہ بات چیت ختم نہ کرو اور ایسی علیحدگی نہ ہو کہ ایک دوسرے کو سلام بھی نہ کیا جائے۔اور سلام کا جواب بھی نہ دیا جائے اور کوئی ضروری بات کرنی ہو تو اس کا جواب بھی نہ دیا جائے۔اس طرح کی علیحدگی جائز نہیں ہے۔

چار ماہ سے زیادہ سفر میں بیوی کی اجازت!

اس حدیث کے تحت فقہاء کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ مرد کیلئے چار مہینہ سے زیادہ گھر سے باہر رہنا بیوی کی اجازت اور اس کی خوشدلی کے بغیر جائز نہیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی تمام قلمرو میں یہ حکم جاری فرمادیا کہ جو مجاہدین گھر سے باہر رہتے ہیں وہ چار ماہ سے زیادہ گھر سے باہر نہ رہیں اور اسی وجہ سے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو چار چار ماہ سے کم کا سفر درپیش ہو تو اس کیلئے بیوی کی اجازت کی ضرورت نہیں لیکن اگر چار ماہ سے زیادہ کا سفر درپیش ہو تو اس کیلئے بیوی سے اجازت لینی ضروری ہے۔

چاہے وہ سفر کتنا ہی بابرکت کیوں نہ ہو حتی کہ اگر حج کا سفر ہو تو اس میں بھی اگر وہ چار ماہ کے اندر واپس آسکتا ہے تو پھر اجازت کی ضرورت نہیں اگر نفلی طور پر وہاں زیادہ قیام کا ارادہ ہے تو پھر اجازت لینی ضروری ہے، یہی حکم تبلیغ و دعوت اور جہاد کے سفر کا ہے۔لہذا جب ان مبارک سفروں میں بیوی کی اجازت ضروری ہے تو پھر جو لوگ ملازمت کیلئے پیسہ کمانے کیلئے لمبے سفر کرتے ہیں ان میں تو بطریق اولی بیوی کی اجازت ضروری ہے۔اگر بیوی کی اجازت کے بغیر جائیں گے تو یہ بیوی کی حق تلفی ہوگی اور شرعا ناجائز ہوگا اور گناہ ہوگا۔

بہتر لوگ کون ہیں!

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تمام مومنوں میں ایمان کے اعتبار سے سب سے زیادہ کامل وہ شخص ہے جو اخلاق کے اعتبار سے ان میں سب سے اچھا ہو''۔ جو شخص جتنا زیادہ خوش اخلاق ہوگا وہ اتنا ہی کامل ایمان والا ہو۔اس لئے کامل ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان دوسروں کے ساتھ حسن اخلاق کا معاملہ کرے اور تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں اور اپنی عورتوں کیلئے بہتر ہوں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والے ہوں۔

آج کے دور میں ''خوش اخلاق''!

آج کل ہر چیز کے معنی بدل گئے ہر چیز کا مفہوم الٹ گیا ہمارے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ پہلے زمانے کے مقابلے میں اب اس دور میں ہر چیز الٹی ہوگئی یہاں تک پہلے چراغ تلے اندھیرا ہوتا تھا اور اب بلب کے اوپر اندھیرا ہوتا ہے۔ پھر فرماتے کہ آج کل ہر چیز کی قدریں بدل گئیں ہر چیز کا مفہوم الٹ گیا۔حتی کہ اخلاق کا مفہوم بھی بدل گیا آج صرف چند ظاہری حرکات کا نام اخلاق ہے مثلاً مسکرا کر مل لئے ،اور ملاقات کے وقت رسمی الفاظ زبان سے ادا کر دیئے۔مثلاً یہ کہہ دیا کہ'' آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی'' یا'' آپ سے مل کر بڑا اچھا معلوم ہوا'' وغیرہ اب زبان سے تو یہ الفاظ ادا کر رہے ہیں،لیکن دل کے اندر عداوت اور حسد کی آگ سلگ رہی ہے، دل کے اندر نفرت کروٹیں لے رہی ہے بس آج اسی کا نام خوش اخلاقی ہے۔اور آج باقاعدہ ایک فن بن گیا ہے کہ دوسروں کے ساتھ کس طرح پیش آیا جائے تاکہ دوسرے لوگ ہمارے گرویدہ ہو جائیں اور باقاعدہ اس پر کتابیں لکھی جارہی ہیں کہ دوسرے کو گرویدہ بنانے کیلئے اور دوسرے کو متاثر کرنے کیلئے کیا طریقے اختیار کئے جائیں؟لہذا سارا زور اس پر صرف ہو رہا ہے کہ دوسرا گرویدہ ہو جائے دوسرا ہم سے متاثر ہو جائے اور ہم کو اچھا سمجھنے لگے۔آج اسی کا نام ''اخلاق'' رکھا جاتا ہے۔

خوب سمجھ لیجئے: اس کا اس اخلاق سے کوئی تعلق نہیں جس کا ذکر حضور اقدس ﷺ فرما رہے ہیں۔ یہ اخلاق نہیں، بلکہ ریاکاری اور دکھاوا ہے اور یہ نمائش ہے اور یہ دوسرے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنانے اور اپنے گرد اکٹھا کرنے کا بہانہ ہے، یہ حب جاہ ہے، یہ حب شہرت ہے جو بذات خود بیماری اور بد اخلاقی ہیں،حسن اخلاق سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

حسن اخلاق دل کی کیفیت کا نام ہے!

حقیقت میں اخلاق دل کی ایک کیفیت کا نام ہے جس کا مظاہرہ اعضاء اور جوارح سے ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ دل میں ساری مخلوق خدا

کی خیر خواہی ہو۔اوران سے محبت ہوخواہ وہ دشمن اور کافر ہی کیوں نہ ہو،اور یہ سوچ کر یہ میرے مالک کی مخلوق ہے لہذا مجھے اس سے محبت رکھنی چاہئے اس کے ساتھ مجھے اچھا سلوک کرنا چاہئے ،اولاً دل میں یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے اور پھراس جذبے کے ماتحت اعمال صادر ہوتے ہیں۔اوراس کے ساتھ خیر خواہی کرتا ہے اب اس جذبہ کے بعد چہرے پر جومسکراہٹ اورتبسم آتا ہے وہ بناوٹی نہیں ہوتا اور وہ دوسروں کواپنا گرویدہ کرنے کیلئے نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی دلی خواہش اور دلی جذبے کا ایک لازمی اورمنطقی تقاضہ ہوتا ہے۔لہذا حضوراقدس کے بیان کردہ اخلاق میں اورآج کے اخلاق میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

اخلاق پیدا کرنے کا طریقہ!

اوران اخلاق کوحاصل کرنے کیلئے محض کتاب پڑھ لینا کافی نہیں ہے،نہ محض وعظ سن لینا کافی ہوتا ہے۔اس کیلئے کسی مربی اورکسی مصلح کی صحبت میں رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔تصوف اور پیری مریدی کا جوسلسلہ بزرگوں سے چلا آرہا ہےاس کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان کے اندراخلاق فاضلہ پیدا ہوں اور برے اخلاق دور ہوں۔بہرحال ایمان میں کامل ترین افراد وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں۔جن کے دل میں صحیح داعئے پیدا ہوتے ہوں اوران صحیح داعیوں کا اظہاران کے اعمال وافعال سے ہوتا ہو۔اللہ تعالی اپنی رحمت سے ہم سب کوان کاملین میں داخل فرمادیں۔آمین۔

اللہ کی بندیوں کونہ مارو!

حضرت ایاس بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حضوراقدس نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’اللہ کی بندیوں کو مارونہیں‘‘،یعنی عورتوں کو مارنا اچھی بات نہیں ہے مت مارا کرواور جب حضوراقدس ﷺ نے روک دیا کہ یہ کام مت کروتو جس شخص نے براہِ راست حضوراقدس ﷺ کی زبان سے سن لیا،اس کیلئے وہ کام حرام قطعی ہوگیا اب اس کیلئے کسی بھی حالت میں مارنا جائزنہیں۔

حدیث ظنی یاقطعی!

یہ بات سمجھ لیجئے کہ ایک تو وہ حدیث ہے،جوہم اورآپ کتاب میں پڑھتے ہیں یا سنتے ہیں۔اور جولمبی سند کے ساتھ ہم تک پہنچتی ہے حدثنا فلان قال حدثنا فلان قال حدثنا فلان۔ایسی حدیث ظنی کہلاتی ہے۔اس لئے کہ ظنی طریقوں سے ہم تک پہنچتی ہے لہذا اس حدیث پرعمل کرنا واجب ہے اگرعمل نہیں کرے گا تو گناہ گار ہوگا لیکن صحابہ کرام نے جوبات حضوراقدس سے براہ راست سن لی،وہ حدیث ظنی نہیں ہے،بلکہ قطعی ہے،لہذا اگرکوئی اس کی خلاف ورزی کرے گا تو صرف گناہگارنہیں ہوگا بلکہ کافر ہوجائے گا،اس لئے کہ اس نے

حضور اقدس ﷺ کے ارشاد کا انکار کر دیا، لہذا فوراً کافر ہو گیا۔

صحابہ کرامؓ ہی اس لائق تھے!

کبھی کبھی ہمارے دلوں میں یہ احمقانہ خیال آتا ہے کہ کاش ہم بھی حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوئے ہوتے، اور اس زمانے کی برکات حاصل کرتے۔ ارے یہ تو اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اور وہی اپنی حکمت سے فیصلہ فرماتے ہیں کہ اپنی حکمت سے ہمیں اس دور میں پیدا فرمایا، اگر ہم اس دور میں پیدا ہو جاتے تو خدا جانے کس اسفل السافلین میں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ بچائے آمین۔ اس لئے کہ وہاں ایمان کا معاملہ اتنا نازک تھا کہ ذرا سی دیر میں انسان اِدھر سے اُدھر ہو جاتا تھا۔

صحابہ کرام نے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ جس جانثاری کا معاملہ فرمایا وہ انہی کا ظرف تھا۔ اور اسی کے نتیجے میں وہ اس درجے تک پہنچے اگر ہم جیسا آرام پسند اور عافیت پسند آدمی اس دور میں ہوتا تو خدا جانے کیا حشر بنتا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہے کہ اس نے ہمیں اس انجام سے بچایا۔ اور ایسے دور میں پیدا فرمایا جس میں ہمارے لئے بہت سی آسانیاں ہیں۔ آج ایک حدیث کے بارے میں ہم یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث ظنی ہے۔ اور ظنی ہونے کی وجہ سے اگر کوئی انکار کر دے گا تو کافر نہ ہو گا۔ صرف گناہ گار ہی ہو گا۔ لیکن صحابہ کرام کا معاملہ تو یہ تھا کہ اگر کوئی شخص حضور اقدس ﷺ کی زبان سے کوئی حکم سننے کے بعد انکار کر دے کہ میں نہیں کرتا فوراً کافر ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ بچائے۔ آمین۔

یہ عورتیں شیر ہو گئیں ہیں!

لہذا جب حضور اقدس ﷺ نے یہ فرمایا کہ عورتوں کو نہ مارو تو اب مارنے کا سلسلہ بالکل بند ہو گیا۔ اس لئے کہ صحابہ کرامؓ تو ایسے نہیں تھے کہ حضور اقدس ﷺ سے کسی کام کے بارے میں ممانعت] اور پھر بھی وہ کام جاری رکھیں۔ جب مارنے کا سلسلہ بالکل بند ہو گیا تو کچھ دنوں کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: ''یا رسول اللہ ﷺ یہ عورتیں تو اب اپنے شوہروں پر شیر ہو گئیں، اس لئے کے آپ ﷺ نے مارنے کی ممانعت کر دی۔ جس کے بعد اب کوئی شخص اپنی بیوی کو نہیں مارتا بلکہ مار کے قریب جانے سے بھی ڈرتا ہے۔ اور اس نہ مارنے کے نتیجے میں عورتیں شیر ہو گئی ہیں۔

اور شوہروں کی حق تلفیاں کرنے لگی ہیں۔ اور ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے لگی ہیں۔ اب آپ ﷺ فرمائیں کہ ان حالات میں ہم کیا کریں؟ چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے اجازت دے دی کہ اگر عورتیں شوہروں کی حق تلفی کریں اور مارنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہو تو تمہیں

مارنے کی اجازت ہے۔اب اس اجازت دینے کے نتیجے میں یہ ہوا کہ ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں بہت سی خواتین آنی شروع ہوگئیں۔اور آکر عرض کرتیں کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے شوہروں کو مارنے کی اجازت دے دی جس سے لوگوں نے غلط فائدہ اٹھایا۔اور ہمیں اس طرح مارا۔

یہ اچھے لوگ نہیں ہیں!

آپ نے اپنا نام لے کر فرمایا کہ: ''محمد ﷺ کے گھر میں بہت سی خواتین چکر لگاتی ہیں۔اور وہ اپنے شوہروں کی شکایت کرتی ہیں کہ وہ شوہران کے ساتھ بدسلوکی کرتے ہیں۔ان کو بری طرح مارتے ہیں۔لہذا خوب اچھی طرح سن لو کہ جو لوگ یہ مار پیٹ کررہے ہیں وہ تم میں اچھے لوگ نہیں ہیں۔اور اچھے مومن اور مسلمان کا کام نہیں ہے کہ وہ مار پیٹ کرے''۔اس سارے مجموعے سے آنحضرت ﷺ نے یہ بات واضح فرمادی کہ اگرچہ ناگزیر حالت میں، جب کوئی اور چارہ نہ رہے، اس وقت شریعت کی طرف سے ایسی مار کی اجازت ہے جس سے نشان نہ پڑے اور بہت زیادہ تکلیف نہ ہو، لیکن اس کے باوجود محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت اور آپ ﷺ کی اصل خواہش یہ ہے کہ کوئی مرد کسی عورت پر کبھی ہاتھ نہ اٹھائے۔چنانچہ حضرات امہات المومنین رضی اللہ تعالی عنہما فرماتی ہیں کہ'' آنحضرت ﷺ ساری عمر کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا لہذا سنت کا تقاضہ بھی یہی ہے۔

دنیا کی بہترین چیز نیک بیوی!

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہا روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ'' یہ دنیا ساری کی ساری لطف اندوزی کی چیز ہے''۔یعنی ایسی چیز ہے جس سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے۔نفع اٹھاتا ہے۔اور لطف اٹھاتا ہے اس لئے کہ اللہ تعالی نے یہ دنیا انسان کے نفع کیلئے پیدا فرمائی ہے۔جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ: ''اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے فائدے کیلئے پیدا کیا جو کچھ زمین میں ہے۔اور تمہارے نفع کیلئے اور تمہارئے لطف اٹھانے کیلئے اور تمہاری ضرورت پوری کرنے کیلئے پیدا کیا۔اور دنیا کی بہترین متاع جس سے انسان نفع اٹھائے۔وہ نیک اور صالح عورت ہے''۔

ایک دوسری حدیث میں حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ'' مجھے تمہاری دنیا میں سے تین چیز بہت زیادہ محبوب ہیں''۔کتنا خوبصورت جملہ ارشاد فرمایا کہ: ''تمہاری دنیا'' میں سے یہ اس لئے فرمایا کہ آپ ﷺ دوسری جگہ پر یہ ارشاد فرما چکے تھے کہ'' میرا دنیا سے کیا تعلق! میں تو ایک ایسے سوار کی طرح ہوں جو کسی درخت کے سائے میں ذرا سی دیر کیلئے ٹھہرتا ہے۔اور پھر چلا جاتا ہے اور اس درخت کو چھوڑ

دیتا ہے''۔اس لئے آپ ﷺ نے فرمادیا کہ'' تمہاری دنیا میں سے تین چیزیں مجھے بہت زیادہ محبوب اور پسند ہیں۔ وہ کیا ہیں؟ایک نیک بیوی دوسری خوشبواور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے''۔

بری بیوی سے پناہ مانگو!

بہرحال تین پسندیدہ چیزوں میں سے ایک نیک بیوی ہے اس لئے کہ اگرعورت نیک نہ ہوتو اس سے حضوراقدس ﷺ نے پناہ مانگی :''اے اللہ! میں اس عورت سے پناہ مانگتا ہوں جو مجھے بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دےاوراس اولاد سے پناہ مانگتا ہوں جومیرے لئے وبال ہوجائے''۔اللہ تعالی بچائے۔اس لئے جب اپنے لئے یااپنی اولادکیلئے رشتہ تلاش کروتوایسی عورت تلاش کروجس میں دین ہوصلاح ہو،نیکی ہو،اگرخدانہ کرے،نیکی نہیں تو وہ پھرعذاب بننے کااندیشہ ہے۔لہذااگرکسی شخص کوصالح بیوی کی نعمت میسر آئی ہوتو اس کو چاہئے کہ وہ اس کی قدرکرے۔اس کی ناقدری نہ کرے۔اوراس کی قدر یہی ہے کہ اس کے حقوق اداکرےاوراس کے ساتھ حسن سلوک کرے۔اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان ارشادات پرہمیں عمل کرنے کی توفیق عطافرمائے آمین۔